چار دن قربانی کا تنقیدی جائزہ

حدیث: ایام التشریق کلہا ذبح کا فنی محاسبہ

قربانی صرف تین دن

طفیل احمد مصباحی

چار دن قربانی کا تنقیدی جائزہ

حدیث: اَیّامُ التّشریقِ کُلّھا ذَبح کا فنّی محاسبہ

قربانی صرف تین دن

از:

محمد طفیل احمد مصباحی

ناشر:

دارالعلوم اشرفیہ

پمپری چنچوڑ، پونہ، مہاراشٹر

نام کتاب:	**قربانی صرف تین دن**
	"حدیث اور اصولِ حدیث کی روشنی میں"
مولف:	محمد طفیل احمد مصباحی
پروف ریڈنگ:	محمد علی رضا/محمد عمر دانش (متعلم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)
کمپوزنگ:	مہتاب پیامی پیامی کمپیوٹر گرافکس، نزد جامع مسجد راجہ مبارک شاہ مبارک پور، موبائل نمبر: 9235647041
صفحات:	۶۴
قیمت:	۳۰/روپے
اشاعت اول:	ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ/ اکتوبر ۲۰۱۲ء
طباعت اول:	فیضی آرٹ پریس، گورکھپور
ناشر:	نوجوانانِ اہل سنت، کولوٹولہ، زکریا اسٹریٹ، کولکاتہ، مغربی بنگال

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	تاثرِ گرامی:۔فقیہِ عصر حضرت علامہ مفتی معراج القادری مصباحی	۴
۲	عرض مولف:۔محمد طفیل احمد مصباحی	۶
۳	قربانی کیا ہے؟	۸
۴	قربانی کا لغوی واصطلاحی معنیٰ	۹
۵	قربانی کے اسباب اور حکمتیں	۱۰
۶	تمام عبادات میں قربانی	۱۲
۷	قربانی کا مقصد	۱۴
۸	تین عیدوں کا تحفہ	۱۴
۹	قربانی کا وجوب	۱۵
۱۰	قربانی کس پر واجب ہے؟	۱۶
۱۱	مال دار ہونے کا کیا مطلب؟	۱۶
۱۲	قربانی کا وقت	۱۷
۱۳	ایامِ تشریق وتکبیر تشریق	۱۸
۱۴	شہر اور دیہات میں قربانی کا وقت	۱۸
۱۵	قربانی کے جانور	۱۹
۱۶	کن جانوروں کی قربانی جائز ہے اور کن کی نہیں؟	۲۰
۱۷	چرم قربانی کے احکام	۲۱
۱۸	قربانی کے مستحبات	۲۱
۱۹	قربانی کا طریقہ	۲۳

تعاون خاص

یہ کتاب مندرجہ ذیل حضرات کے خاص تعاون سے شائع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال کرے۔ اس عنایت خسروانہ پر ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار ہیں۔

(۱) مولانا اصغر خان مصباحی (۲) سعید جاوید منور قادری

(۳) مولانا امتیاز احمد وارثی مصباحی (۴) جناب خورشید چشتی

(۵) محمد احسان کریم (۶) الحاج خورشید عالم (۷) محمد اعجاز احمد

تاثر گرامی

فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد معراج القادری مصباحی دام ظلہ العالی

استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پو، اعظم گڑھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

محب گرامی عزیز اسعد مولانا محمد طفیل احمد مصباحی، نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ کی کاوشِ فکر اور تالیفِ جدید "قربانی صرف تین دن-حدیث اور اصولِ حدیث کی روشنی میں" اپنے خدو خال اور صورت و مواد کے اعتبار سے یقیناً قابل تحسین ہے۔ میں نے مختلف صفحات اور متعدد مقامات سے دیکھا، پسند آئی۔ یہ اپنے موضوع پر ایک شاہ کار اور گراں قدر تحقیقی کتاب ہے۔ غیر مقلدین کی متدل حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" کا جس خوب صورت پیرائے میں ردِ بلیغ اور ٹھوس انداز میں تضعیف کی ہے اسے دیکھ کر اور پڑھ کر ہر قاری عزیز موصوف کی مدح سرائی کرتا نظر آئے گا۔

حدیث، اصولِ حدیث، فنِ جرح و تعدیل اور اسماء الرجال پر جس قدر ٹھوس اور علمی بحث کتاب میں موجود ہے، اس نے در حقیقت غیر مقلدین کے تمام تانے بانے اور تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

پوری کتاب مستند حوالوں سے مزین ہے۔ قاری کو کہیں بھی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔ اب غیر مقلدین کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اپنے خود ساختہ مذہب (چار دن قربانی) سے رجوع کر کے صحیح حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں۔

یہ بھی کیا انصاف ہے کہ جب دوسروں کی فکرِ صحیح کو رد کرنا مقصود ہو تو کہا جائے کہ "صحاحِ ستہ" کی ہی کوئی حدیث پیش کی جائے اور لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ ہم تو صرف "احادیث صحیحہ" پر عمل کرتے ہیں، گویا صحیح حدیثیں صرف "صحاحِ ستہ" میں ہی موجود

ہیں۔لیکن اپنا مدعا ثابت کرنا ہوتو"صحاحِ ستہ" کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں کا سہارا لیا جائے اور اس وقت اندازِ فکر وعمل بدل دیا جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

اس تعلق سے بھی عزیزم سلمہ نے نہایت سنجیدہ، مدلل اور تحقیقی گفتگو کی ہے۔ قربانی کے تعلق سے پیش آمدہ خاصے ضروری احکام ومسائل مستند حوالوں کی روشنی میں بقدرضرورت پیش کیے گئے ہیں۔

اندازِ تحریر اور اسلوب نگارش اتنا عمدہ، موثر اور مدلل ہے کہ پڑھنے کے بعد طبیعت جھوم اٹھتی ہے۔

تین دن قربانی سے متعلق اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے کتب حنفی سے قصداً حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ حدیث اور اصولِ حدیث کی مستند کتابوں سے ہی اپنی بات پیش کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے تاکہ غیر مقلدین بھی اسے تسلیم کرسکیں۔ فقہاے احناف کی باتوں کو یہ حضرات بڑی بے دردی سے رد کردیتے ہیں اور "حدیث حدیث" کی رٹ لگاتے ہیں۔اب جب کہ تین دن قربانی کے موقف کو حدیث واصول حدیث کی روشنی میں ثابت کردیا گیا ہے تو انھیں چاہیے کہ چار دن کے بجائے تین دن ہی قربانی کریں۔ دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب کئی جہت سے مفید اور کارآمد ہے۔ دعا ہے مولیٰ عزوجل اسے قبول عام عطا فرمائے اور مولف موصوف کی عمر میں برکتیں اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد معراج القادری

خادم افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۲۲/ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ، ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۲ء

عرضِ مولف

باسمہٖ وحمدہٖ وتعالیٰ و تقدس

یہ مئی ۲۰۱۰ء کی بات ہے جب جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے پہلی بار کسی سمینار میں شرکت کی غرض سے کولکاتہ جانا ہوا۔ تنظیم دعوت قرآن، خضر پور، کولکاتہ، بنگال کے زیرِ اہتمام یہ سمینار منعقد ہوا تھا، جس کے روحِ رواں محب گرامی حضرت مولانا امتیاز احمد وارثی مصباحی تھے۔

سمینار میں دعوت وتبلیغ کے کارواں کو منظم طریقے سے آگے بڑھانے اور دین و سنیت کے فروغ واستحکام کے لیے عہد حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر کام کرنے پر زور دیا گیا اور نشست کے آخر میں یہ بھی طے پایا کہ وقت ضرورت شرکا حضرات سے ہر طرح کی دینی علمی، قلمی اور تحریری خدمات حاصل کی جائیں گی۔ تمام شرکا نے اس تجویز پر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا۔ سمینار کے ۲ر مہینے بعد کولکاتہ سے میرے پاس ایک پمفلٹ آیا جو غیر مقلدوں کی طرف سے شائع ہوا تھا، اس میں لکھا تھا کہ "حدیث کی رو سے قربانی ۴ر دن تک ہو سکتی ہے اور ۴ر دن قربانی جائز ہے۔"

مولانا امتیاز احمد وارثی نے احقر سے اس کا جواب لکھنے کو کہا اور ہدایت بھی کی کہ "جواب صرف حدیث اور اصولِ حدیث کی روشنی میں ہونا چاہیے، کیوں کہ اہل حدیث حضرات (غیر مقلدین) حدیث کی کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب کو نہیں مانتے ہیں۔" بات معقول تھی، اگر چہ مجھ جیسے ناکارہ علم وفہم رکھنے والے کے لیے یہ کام بہت دشوار تھا، تاہم میں نے جواب لکھنے کی حامی بھر لی۔ اس کے بعد حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اپنے موقف (۳ر دن قربانی) سے متعلق اچھا خاصا مواد اکٹھا کر لیا اور تقریباً ۱۵ر دن کی شب وروز محنت اور جان توڑ کوشش کے بعد ایک مبسوط مقالہ قلم بند کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ الحمد للہ!

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

بغرض اصلاح مفکر اسلام حضرت علامہ عبد المبین نعمانی دام ظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے ترمیم و اصلاح فرمائی۔ کلماتِ تحسین سے نوازا اور اشاعت کا مشورہ بھی دیا۔ میں حضرت کا سراپا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر نصیب فرمائے۔ اس وقت کتابی شکل میں مقالے کی اشاعت کی نوبت نہ آسکی، اس طرح یہ مقالہ دو سال تک فائل میں پڑا رہا۔ بھلا ہو عزیزم مولوی محمد علی رضا سلمہ (سیتا مڑھی) متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا جن کے پیہم اصرار سے مقالہ کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا۔ عزیز القدر علی رضا سلمہ اپنے سینے میں دین کا سچا درد رکھنے کے ساتھ، تعمیری ذہن اور تنظیمی فکر کے بھی مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں دین کا بے لوث خادم بنائے۔

کتاب کو ظاہری و معنوی اعتبار سے سجانے اور سنوارنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور اس کے لیے جو مشقتیں اٹھانی پڑی ہیں وہ احقر ہی جانتا ہے۔ اپنے موقف کے اثبات میں علمائے احناف و کتب فقہ حنفی سے قصداً اغماض برتا گیا ہے اور بالعموم وہی کتابیں ماخذ اور حوالے کے طور پر پیش کی گئی ہیں جو غیر مقلدین کے نزدیک بھی مسلم ہیں۔

اہل علم سے گزارش ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی غلطی دیکھیں تو اطلاع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

استاذ گرامی فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد معراج القادری مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتاب کا مطالعہ کیا، بیش قیمت اصلاح فرمائی اور اپنے گراں قدر تاثر سے نوازا، میں جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے۔ میں حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں امتنان و تشکر کا گلدستہ بڑے ادب کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جماعت اہل سنت پر آپ کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ آمین۔

محمد طفیل احمد مصباحی

خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ

قربانی کیا ہے:

اس سوال کا جواب قدرے تفصیل کے ساتھ یہ ہے کہ قربانی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں طاعات وعبادات کے ذریعے قربت حاصل کرنے کا نام ہے۔ یعنی عملی اور شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ احکام وقوانین کے آگے سرِ تسلیم خم کردینا ہی قربانی کی غرض وغایت اور اس کا مقصدِ اصلی ہے۔ قربانی زندہ قوموں کی علامت، انبیاے سابقین کی سنت اور پورے انسانی معاشرے کی فلاح وبہبود اور دینی واُخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ قربانی خواہ جان کی ہو یا مال کی یا کسی اور چیز کی وہ بہرحال کامیابی وسرخروئی کا ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ قربانی قحط زدہ انسانی معاشرے کو لالہ زار اور سرسبز وشاداب بناتی ہے۔ راہِ خدا میں جان ومال کی قربانی پیش کیے بغیر ہمارے ایمان کی کھیتی میں ہریالی نہیں آسکتی۔ قربانی کے ساتھ دین وایمان گویا ایک ہرا بھرا درخت ہے اور قربانی کے بغیر دین وایمان ایک سوکھا درخت۔ دین اگر جسم ہے تو قربانی اس کی روح ہے۔ خداے قادر وقیوم کے حضور جان ومال کی جس قدر قربانیاں پیش کی جائیں گی اسی حساب سے ہمیں اس کا اجرو ثواب بھی ملے گا۔ قربانی لوگوں کی تقدیر کا فیصلہ کرتی ہے اور زوال آمادہ قوموں کو عروج و ارتقا اور عظمت ورفعت کے ساتویں آسمان تک پہنچاتی ہے۔

دین وشریعت میں قربانی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ قربانی کو ایک رسمی تہوار یا صرف گوشت کھانے کی عید سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ قربانی ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ محنت ومشقت میں ڈوب کر ہر حال میں احکامِ الٰہی کی پابندی اور راہِ خدا میں سب کچھ لٹا دینے کا نام قربانی ہے۔ ”عظمت اسلام ومسلم صرف قربانی میں ہے۔“ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ قربانی عظمت ورفعت اور کامیابی وسرخروئی کا ایک مضبوط ذریعہ ہے۔ اہل ایمان نے جب قربانی کی حقیقت واہمیت کو سمجھا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا، اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کا دور دورہ رہا، حکومت واقتدار ہمارے ہاتھوں میں تھا، دنیا پر ہماری حکومت تھی۔ لیکن جب سے قربانی کا جذبہ ماند پڑ گیا، مسلمانوں کی ذلت وپسپائی کا دور شروع ہوگیا اور عظمت ورفعت کے بجائے ذلت ونکبت مسلمانوں کی تقدیر ٹھہری۔

قربانی کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

"قربانی" یہ لفظ قرب سے بنا ہے اور عربی میں قرب کا معنیٰ ہے: "قریب ہونا، نزدیک ہونا" اور قربانی کے ذریعہ چوں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی نزدیکی طلب کی جاتی ہے، اس لیے اسے "قربانی" کہتے ہیں۔ اردو زبان میں "قربانی" کا معنیٰ ہے "حلال ذبیحہ جس کو خاص عید الاضحیٰ کے موقع پر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔" جب کہ عربی زبان میں اسی مفہوم کی ادائیگی یا کسی دوسری شکل میں نذر خداوندی کے لیے "قربان" بغیر یا کے مستعمل ہے۔ قرآن شریف میں حضرت آدم کے دونوں فرزند ہابیل اور قابیل کے قصے میں "قربان" کا لفظ آیا ہے۔

آیت کریمہ: **"واتل علیهم نبأ ابنی أدم بالحق اذقربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الأخر"**

ترجمہ: اور آپ پڑھ کر سنایئے انھیں (یہود) آدم کے دو بیٹوں کی خبر ٹھیک ٹھیک، جب دونوں نے قربانی دی تو ایک سے قربانی قبول کی گئی اور دوسرے سے نہیں۔

جسٹس پیر کرم شاہ ازہری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قربانی سے مراد کوئی جانور نہیں جو ذبح کیا گیا ہو بلکہ محض نذرِ خداوندی۔ خواہ جنس کی شکل میں ہو یا کسی جانور کی صورت میں۔" (تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول، ص: ۴۶۰)

المعجم الوسیط ص: ۷۲۳ رمیں ہے:

القربان کل ما یتقرب به إلىٰ الله عزوجل من ذبیحة وغیرها.

قربانی ہر اس کام کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جا سکے خواہ وہ ذبیحہ کی شکل میں ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور شکل میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف جانور ذبح کرنے کا نام ہی نہیں بلکہ تقرب الٰہی کے پیش نظر جو بھی نیک نام کیا جائے وہ قربانی میں شمار ہوگا، اور اصطلاحِ شریعت میں قربانی ایک مالی عبادت کو کہتے ہیں۔ خاص جانور کو خاص دنوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثواب اور تقرب کی نیت سے ذبح کرنا یہ قربانی کا اصطلاحی معنیٰ ہے۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وهی فی الشرع اسم لحیوان مخصوص بسن مخصوص یذبح بنية القربة فی یوم مخصوص. (فتاویٰ عالم گیری، ۵/ ۲۹۱)

قربانی کے اسباب اور حکمتیں:

من جانب اللہ بندوں پر جتنے بھی احکام اور قوانین مقرر ہوا کرتے ہیں، ان کے پس منظر میں بہت ساری حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوا کرتی ہیں خواہ بندے کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔

احکامِ الٰہی کے انھیں رموز واسرار سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے "علمِ اسرارِ شریعت" کا وجود ہوا۔ ظاہری اعتبار سے قربانی ایک ایسی عبادت ہے جس میں نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ جانور کو خریدنا، روپیہ خرچ کرنا اور پھر اسے ذبح کر دینا بظاہر جان و مال کا ضیاع نظر آتا ہے، لیکن باطنی اعتبار سے دیکھیں تو قربانی کے بے پناہ فائدے ہیں۔ مثلاً اسوۂ ابراہیمی کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کے فلسفے پر عمل کرنا، اخوت و بھائی چارگی اور غربا پروری کا فروغ واستحکام، پورے مسلم معاشرے میں ایثار و ہم دردی، تقویٰ اور پرہیز گاری کو عملاً رائج کرنا وغیرہ۔

قربانی ایک عالم گیر عبادت ہے۔ دین اسلام کے علاوہ یہودیت ونصرانیت میں بھی قربانی کی روایت پائی جاتی ہے۔ البتہ ناموں کا فرق ہے۔ کسی نے قربانی کو "بلیدان" کہا، کسی نے "نروان" کا نام دیا تو کسی نے "اضحیہ" اور "قربانی" سے اس عبادت کو موسوم کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

"ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمة الانعام والھکم الہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین." (سورۃ الحج، ۱۷/ ۲۴)

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تاکہ وہ اللہ کا نام لے اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر اور تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے

آگے گردن جھکاؤ اور خوش خبری سنادو تواضع اختیار کرنے والوں کو۔

مذکورہ قرآنی ارشاد سے واضح ہوگیا کہ قربانی ایک پرانی رسم ہے۔ گزشتہ قوموں میں بھی قربانی کا رواج تھا، ہر ایک امت اپنے مذہبی اصول کے مطابق فریضۂ قربانی ادا کرتی تھی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

"یہ سچ ہے کہ ماسبق میں بعض انبیاے کرام کے دور کی قربانیاں شرارے دار آگ کے ذریعے جلادی جاتی تھیں۔ قربانی کے ذبح شدہ جانوروں کی طرح مالِ غنیمت بھی اسی طرح بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جاتے تھے اور اختلاف کی صورتوں میں اسی طریقے سے مقبول اور غیر مقبول قربانیوں میں فرق بھی کیا جاتا تھا۔ جو اپنی بات میں سچا ہوتا اس کی قربانی کو آگ جلا ڈالتی تھی۔ چناں چہ جب ہابیل و قابیل کا ایک عورت عقیمہ کے بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ کس کے لیے حلال ہے؟ تو ان دونوں نے قربانیاں ہی پہاڑ پر رکھیں اور ہابیل کی قربانی مقبول ہوئی اور بہت سے انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اسی طرح قربانیاں رب تعالیٰ کے حضور پیش فرماتے رہے۔" (تفسیر نعیمی، ج: ۴، ص: ۲۶۴)

اس اقتباس سے دو باتیں خاص طور سے معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قربانی کی رسم گزشتہ اقوام میں بھی پائی جاتی تھی اور بہت سے انبیاے کرام اپنے رب کی بارگاہ میں قربانی کا نذرانہ پیش کیا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ پچھلی امتوں میں قربانی پیش کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ قربانی کے گوشت پہاڑ پر رکھ دیے جاتے تھے اور جو اپنی بات میں سچا ہوتا آگ اس کی قربانی کو جلا ڈالتی تھی۔

جب قربانی پچھلی امتوں میں بھی رائج تھی تو بھلا امت محمدیہ (جو تمام امتوں میں افضل ہے) اس فضل و شرف اور قربانی جیسی اہم عبادت سے کیسے محروم رہ سکتی تھی؟ اس لیے امت محمدیہ پر بھی قربانی واجب کی گئی تا کہ دیگر اقوام کے ساتھ امت محمدیہ اس مبارک فریضہ پر عمل کرنے سے محروم نہ رہ جائے۔

قربانی کا ایک اہم سبب غریبوں کی مدد اور محتاجوں کی ضرورت کی تکمیل بھی ہے۔ شریعت اسلامی نے ہمیں قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے، دوسرا حصہ غریبوں اور محتاجوں کے لیے اور تیسرا حصہ دوست و احباب اور رشتہ داروں کے لیے۔ (یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب کے درجے میں ہے) اس طرح گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا مقصد جہاں غریب اور کمزور لوگوں کو مدد پہنچانا ہے وہیں "صلہ رحمی" کے جذبے کو مسلم معاشرے میں فروغ دینا بھی ہے۔ جو معاشرہ اخوت و بھائی چارگی اور جذبۂ صلہ رحمی سے خالی ہو اسے "حیوانی معاشرہ" تو کہا جا سکتا ہے مگر "انسانی معاشرہ اور صالح معاشرہ" ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار کے طور پر قربانی کا حکم دیا گیا ہے تاہم اس میں یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ مسلمان صرف یہی ایک سنت ابراہیمی پر عمل پیرا نہ ہوں بلکہ مسلمان اسوۂ ابراہیمی کو مکمل طور سے اپنی زندگی کا نمونہ بنائیں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے مولیٰ کی خاطر جان و مال اور اپنی اولاد کی قربانی پیش کی تھی، دہکتے ہوئے آگ میں کود گئے تھے اور خدا کے حکم پر اپنی بیوی اور بچوں کو بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ آئے تھے، اسی طرح مسلمان بھی اپنے رب کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور مرضیِ مولیٰ کے آگے اپنی مرضی کو چھوڑ دے اور حتی الامکان احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کے لیے تیار رہے۔

ے یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہی وہ بلند و بالا مقاصد اور حکمتیں ہیں جن کے تحت امت محمدیہ کے مال داروں پر قربانی واجب قرار دی گئی ہے۔

تمام عبادات میں قربانی:

نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدقۂ فطر غرض کہ تمام اسلامی عبادات میں قربانی پائی جاتی ہے۔ نماز اس میں جان کی قربانی اور عیش و آرام کی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پنج وقتہ نمازیں مقرر فرمائیں۔ فجر کے وقت جب پوری دنیا عیش و آرام اور

میٹھی نیند میں مست رہتی ہے، اس وقت ایک بندۂ مومن اذان کی آواز سن کے بیدار ہوتا ہے اور اپنے رب کی رضا کے لیے عیش و آرام اور اپنی میٹھی نیند کو قربان کر دیتا ہے۔ ظہر کے وقت لوگ کاروبارِ زندگی میں مصروف اور زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں مگر ایک سچا مسلمان سب کچھ چھوڑ کر خدا کی عبادت کے لیے مسجد روانہ ہو جاتا ہے۔ پھر عصر اور مغرب کا وقت آتا ہے، کاروبار سے جسم چور اور دماغ تھک جاتا ہے، دل میں آرام کی خواہش ہوتی ہے مگر ایک بندۂ مومن اپنی خواہش کو ٹھکرا دیتا ہے اور نماز کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

آخر میں عشا کا وقت آتا ہے جو سب سے نازک وقت ہوتا ہے، بے اختیار آرام کرنے اور میٹھی نیند لینے کو جی چاہتا ہے مگر بندہ یہاں بھی اپنی تمام خواہشات کو قربان کر کے نماز کے لیے مسجد کا رخ اختیار کرتا ہے۔

روزہ اس میں جان اور بھوک پیاس کی قربانی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ امتحان لیتا ہے کہ میری نعمتوں سے گیارہ ماہ فائدہ اٹھانے والے میری خاطر ایک ماہ بھوک اور پیاس کی مشقت برداشت کرسکتا ہے کہ نہیں؟

زکوٰۃ و صدقات میں مال و دولت کی قربانی ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنی گاڑھی کمائی کا کچھ حصہ غریبوں اور مسکینوں پر صرف کر دیتا ہے۔ اس سے بڑی قربانی اور کیا ہو سکتی ہے؟

اسی طرح حج میں جان اور مال دونوں کی قربانی ہے۔ اس عبادت میں حاجی پہلے اپنی جان و مال اور قیمتی وقت کی قربانی دیتا ہے۔ اپنے اہل و عیال اور دوست احباب کی جدائی کا صدمہ الگ برداشت کرتا ہے۔ غرض کہ اسلامی عبادات میں ہمیں ہر جگہ قربانی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ قربانی صرف جانور ذبح کرنے کا نام نہیں، بندہ اپنے مفادات اور خواہشات کو ٹھکرا کر جو کام بھی اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہے وہ قربانی کہلاتا ہے۔

قربانی کا مقصد:

مسلمانوں پر قربانی واجب کرنے کا بنیادی مقصد ان کے اعمال و افعال کو جانچنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قربانی کے ذریعے اپنے بندوں کی نیت اور اخلاص کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے وہ بندوں سے خون اور گوشت پوست کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ اسے ان چیزوں کی کوئی ضرورت ہے۔ وہ ذاتِ پاک ہم سے صرف اخلاص، تقویٰ اور حسن نیت طلب کرتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں صاف اعلان فرمادیا ہے:

"لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم"

(سورۃ الحج، ۳۷)

ترجمہ: اللہ کو ہرگز قربانی کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ تمہاری پرہیزگاری اللہ تک پہنچتی ہے۔

لہٰذا قربانی میں خلوص، حسن نیت اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی بہت ضروری ہے ورنہ ہماری قربانی خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہوگی۔ نام ونمود اور شہرت و ناموری کی خاطر قربانی کرنے سے بچیں ورنہ سرے سے قربانی ہوگی ہی نہیں۔ ریاکاری بہت بڑا جرم ہے، حدیث پاک میں ریاکاری کو "شرک اصغر" کہا گیا ہے۔

قربانی میں ایک حصہ ہی لیں مگر خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ، چار پانچ حصے لینا یا پوری گائے کی قربانی کرنا اور مقصد نام ونمود اور ریاکاری ہو تو ایسے عمل سے ہمیں ثواب کے بجائے عذاب ملے گا، اور قربانی بھی نہیں ہوگی۔

تین عیدوں کا تحفہ:

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو تین عیدوں کا خاص تحفہ عطا کیا ہے۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ عیدوں کی عید ہے جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ تمام مسلمانانِ عالم آج کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشیاں مناتے ہیں اور اپنے خالق و مالک کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہماری ہدایت

ورہنمائی کے لیے آسمانِ نبوت کے بدرِ کامل کو مبعوث فرمایا۔

عید الفطر یہ روزۂ رمضان ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام اور جہنم سے آزادی کا پروانہ ملنے کا دن ہے۔ رمضان المبارک یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنے کا نام ہے اور عید اس عمل کا ثمرہ ہے۔ روزۂ رمضان کی مشقتیں برداشت کرنے والی مسلم قوم اس بات کی مستحق ہے کہ وہ عید منائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام واکرام اور الطاف ونوازش کو پا کر خوشیوں کا اظہار کرے۔

عید الاضحیٰ (قربانی کی عید) مسلمان اس عید کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یادگار کے طور پر مناتے ہیں۔ آج سے ہزاروں سال پہلے اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کر دیا تھا، اطاعت رب اور تسلیم ورضا کی وہ مثال قائم کی تھی کہ دنیا آج بھی حیران ہے۔ مسلمان آج کے دن اسی واقعۂ خلیل کی یاد تازہ کرتے ہیں، قربانیاں کرتے ہیں، اپنے رب کی بارگاہ میں سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور اسی ایثار وقربانی کا جذبہ اپنے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ عید شکرانے کی عید ہے، تکبیر وتہلیل کی عید ہے، اور خدا کی راہ میں جان ومال کی قربانی پیش کرنے کی عید ہے۔

اس مبارک عید میں مسلمان اپنے رب سے اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کرتے ہیں۔ عید الاضحیٰ کو صرف گوشت کھانے کا تہوار سمجھنا غلط ہے۔ سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنا، طاعت رب اور رضائے مولیٰ کا بھولا ہوا سبق یاد کرنا ہی عید الاضحیٰ کی حقیقت ہے۔

قربانی کا وجوب:

قربانی صاحب استطاعت (مالک نصاب) یعنی مال داروں پر واجب ہے۔ قربانی کا وجوب خود حدیث پاک سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من کان له سعة ولم

يضحح فلا يقربن مصلنا"

(سنن ابن ماجه، ص: ٥٣٤، دار احياء التراث، بيروت)

ترجمہ: جس کے اندر قربانی کی استطاعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ یہ زجر و توبیخ اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔ ہمارے امام اعظم کے نزدیک مال داروں پر قربانی واجب ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

فتجب التضحية على حر مسلم مقيم موسر عن نفسه.

(تنوير الابصار على ردالمحتار ٩/ ٤٥٧)

قربانی کس پر واجب ہے؟:

قربانی آزاد، مقیم اور صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے۔ اور یہی چیزیں قربانی واجب ہونے کے لیے شرط ہیں، لہٰذا غیر مسلم، غلام، مسافر اور فقیر پر قربانی واجب نہیں، قربانی واجب ہونے کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، اگر عورت مال نصاب ہو تو مرد کی طرح عورت پر بھی قربانی واجب ہے۔ نہ خود نابالغ بچہ یا بچی پر قربانی واجب ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے والدین پر واجب ہے۔ اسی طرح مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر نفل کے طور پر کرے تو یہ جائز ہے اور وہ ثواب کا مستحق ہے۔

جو مال دار حج کے لیے گیا ہو اگر چہ وہ مال دار ہے مگر مسافر ہونے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب نہیں۔

مال دار ہونے کا کیا مطلب؟:

قربانی صرف مال داروں پر واجب ہے، جو شخص مال دار نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں، مال دار کون لوگ ہیں؟ اس کے متعلق حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مال داری سے مراد وہی ہے جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، وہ مراد نہیں

جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت (اصلیہ) کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہے وہ غنی (مال دار) ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔" (بہارِ شریعت ۳/ حصہ: ۱۵، ص: ۱۳۳)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

فالغنی فی الأضحیة ماهو الغنی فی صدقة الفطر.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة ۳/ ۳٤٤)

یعنی جس مال دار پر صدقۂ فطر واجب ہے، اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی "مال دار" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بأن ملك مائتی درهم أو عرضا یساو یها.

(ردالمحتار، ۹/ ٤٥٢، کتاب الأضحیة)

یعنی جو شخص دوسو درہم یا اس کے برابر سامان کا مالک ہو وہ غنی اور مال دار ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ قربانی نہ کرنے والا گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے۔

قربانی کا وقت:

کتبِ حنفی کے متون وشروح میں یہ مسئلہ صاف لفظوں میں درج ہے کہ قربانی کا وقت صرف تین دن ہے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

وقت الأضحیة ثلاثة أیام، العاشر والحادی عشر والثانی عشر، أولها أفضلها وآخرها أدونها ویجوز فی نهارها ولیلها بعد طلوع الفجر من یوم النحر إلیٰ غروب الشمس من الیوم الثانی عشر إلا أنه یکره الذبح فی اللیل.

(فتاویٰ عالم گیری، ٥/ ۲۹٥، زکریا بک ڈپو)

ترجمہ: قربانی کا وقت تین دن ہے۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ تک (جسے ایامِ نحر کہا جاتا ہے) اور یہ وقت دسویں ذی الحجہ طلوعِ صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے

اور بارہویں ذی الحجہ سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے۔ قربانی کے لیے سب سے افضل پہلا دن ہے اور سب سے ادنیٰ آخری دن (۱۲/ ذی الحجہ) ہے۔ ان تین ایام کے اندر قربانی کسی وقت بھی ہوسکتی ہے۔ دن میں بھی اور رات میں بھی مگر رات میں قربانی کرنا مکروہ ہے۔

دسویں ذی الحجہ کی رات میں (جس کی صبح عید الاضحیٰ ہوتی ہے) میں قربانی جائز نہیں کیوں کہ یہ وقت سے پہلے قربانی کی ادائیگی ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

ولا تجوز التضحية فی الليلة العاشرة من ذی الحجة لانها تضحية قبل الوقت. (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ۳/ ۳۴۵)

ایامِ تشریق وتکبیرِ تشریق:

گیارہ سے تیرہ ذی الحجہ تک تین دنوں کو "ایامِ تشریق" کہتے ہیں۔ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ یہ ایامِ نحر (قربانی کے دن) اور ایامِ تشریق دونوں ہیں۔ ۱۰/ ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے، یوم التشریق نہیں اور تیرہویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے، یوم النحر نہیں۔

(بہارِ شریعت، حصہ: ۱۵، ص: ۱۳۶)

نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز پنج گانہ کے بعد (جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو) ایک بار بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا واجب ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔

تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

شہر اور دیہات میں قربانی کا وقت:

شہر میں قربانی کے لیے شرط ہے کہ وہ نماز عید کے بعد ہو، نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چوں کہ نماز عید نہیں ہوتی، اس لیے یہاں طلوعِ فجر کے بعد قربانی ہوسکتی ہے۔ شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہو چکنے کے بعد قربانی کی

جائے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد قربانی کی جائے۔

(بہارِ شریعت ۳/ ۱۵، المجمع المصباحی، مبارک پور)

اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو جانے کے بعد قربانی جائز ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ عید گاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے۔ بلکہ کسی مسجد میں عید کی نماز ہو گئی اور عید گاہ میں ابھی نہیں ہوئی تب بھی قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانور:

قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: (۱) اونٹ، (۲) گائے، (۳) بکری۔

ان تین قسم کے جانوروں میں نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کا حکم یکساں ہے یعنی سب کی قربانی جائز ہے۔ بھینس یہ گائے میں داخل ہے، بھیڑ اور دنبہ یہ بکری میں داخل ہیں۔ قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلے میں یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اونٹ پانچ سال کا ہو، گائے دو سال کی ہو اور بکری ایک سال کی۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں۔

قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی ضروری ہے۔ کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ مثلاً اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہے اور وہ قربانی کرنے کے بجائے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کر دے تو یہ کافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایامِ نحر میں قربانی کرنا افضل ہے اتنی ہی قیمت کے صدقہ کرنے سے۔ کیوں کہ قربانی واجب ہے اور صدقہ کرنا واجب نہیں۔ جس جانور کی قربانی واجب تھی، ایامِ نحر گزر جانے کے بعد اسے بیچ دیا گیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ قربانی کا جانور مر جائے تو مال داروں پر واجب ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

قربانی کا مقصد رضائے الٰہی اور تقرب ہونا چاہیے۔ نام و نمود اور صرف گوشت حاصل کرنا یا تجارت کرنا قربانی کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ فقہائے کرام بیان کرتے ہیں کہ گائے کے شرکا میں ایک شخص کا مقصد قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔ (بہارِ شریعت، ۳/ ۱۴۳، حصہ: ۱۵)

شرکائے قربانی میں سے ایک کا انتقال ہوجائے تو میت کے وارثین سے قربانی کی اجازت ضروری ہے، وارثین کی اجازت کے بغیر دیگر شرکا نے قربانی کی تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔

کن جانوروں کی قربانی جائز ہے اور کن کی نہیں؟:

قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے، اگر تھوڑا سا عیب ہے تو قربانی ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ اگر زیادہ عیب ہو تو سرے سے قربانی ہوگی ہی نہیں۔

پیدائشی طور سے جس جانور کے سینگ نہ ہوں، اس کی قربانی جائز ہے۔ سینگ تھا مگر ٹوٹ گیا تو اگر سینگ گدی تک ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اور اس سے کم ٹوٹا ہے تو قربانی جائز ہے۔ جو جانور اس حد تک پاگل ہو کہ چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اس حد کا نہ ہو تو جائز ہے۔ جس جانور کو خصی کردیا گیا ہو اور وہ مجبوب ہو یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ دیے گئے ہوں، ان کی قربانی جائز ہے۔ (بہارِ شریعت ۳/حصہ ۱۵)

اسی طرح بھینگے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ البتہ اندھا اور کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو، اس کی قربانی جائز نہیں۔

جانور اتنا لاغر اور کمزور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں مغز (گودا) نہ ہو یا اتنا لنگڑا ہو کہ قربان گاہ تک خود چل کر نہ جاسکتا ہو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہے۔

جس جانور کے کان یا دم عضو تہائی سے زیادہ کٹے ہوں، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر کان یا دم عضو تہائی سے کم کٹے ہوں تو قربانی جائز ہے۔

نیل گائے اور ہرن کی قربانی جائز نہیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

لا یجوز البقر الوحشی.

جس جانور کے دانت نہ ہوں یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں، جس کی ناک کٹی ہو اور خنثیٰ جانور جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو، ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔ (بہارِ شریعت ۳، حصہ:۱۵، ص:۱۴۰)

ذبح سے پہلے جانور سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں، جانور کے بال اپنے کام کے لیے کاٹ لینا یا دودھ دوھنا مکروہ وممنوع ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور پر سوار ہونا، اس پر کوئی چیز لادنا یا اس کو اجرت پر دینا منع ہے۔

بہتر ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں، ایک حصہ غریب ومسکین کے لیے، ایک حصہ دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ گھر والوں کے لیے۔ اگر اہل و عیال اور بال بچے زیادہ ہوں تو بہتر ہے کہ سارا گوشت اپنے گھر کے لیے رکھ لیں۔ قربانی کا گوشت کفار ومشرکین کو نہ دیں، قربانی کا چمڑا، اس کی جھول، رسی اور گلے کا ہار ان تمام چیزوں کو صدقہ کر دیں۔ قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لانا بھی جائز ہے۔ مثلاً چمڑے کی جاے نماز، مشکیزہ، دستر خوان اور ڈول بنانا جائز ہے۔

(بہارِ شریعت، ج: ۳)

چرمِ قربانی کے احکام:

قربانی کے چمڑے کو اپنے لیے نہیں بیچ سکتے، اگر بیچ دیں تو اس کی قیمت صدقہ کر دیں۔ چرمِ قربانی کی رقم مسجد میں لگا سکتے ہیں، اسی طرح قبرستان اور مدارسِ دینیہ کی تعمیر میں لگانا جائز اور ثواب کا کام ہے۔

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں: چرمِ قربانی مسجد ومدرسہ دینیہ اہل سنت میں دینا بھی ثواب کا کام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ۸/ ۴۸۴، رضا اکیڈمی، ممبئی)

قربانی کے مستحبات:

مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور فربہ (موٹا تروتازہ)، خوب صورت اور بڑا ہو۔

حدیث میں آیا ہے:

إن احب الضحايا إلى الله أغلاها وأسمنها. (سنن کبریٰ. ۹/ ۲۷۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ موٹی اور تروتازہ ہو۔

ذبح سے پہلے خوب اچھی طرح چھری تیز کرلیں مگر جانور کے سامنے تیز نہ کریں اور ذبح کے بعد جب تک کہ جانور ٹھنڈا اور بے حس وحرکت نہ ہوجائے اس کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اتاریں۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کریں بشرطیکہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو۔ ورنہ دوسروں سے ذبح کرائیں مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ قربانی کے وقت وہاں حاضر رہیں۔ قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں سے کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ کیوں کہ ان سب چیزوں کو اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنیٰ میں ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ:۱۵،ص:۱۴۳)

اپنے مُردوں کی طرف سے بھی قربانی جائز اور اجر وثواب کا کام ہے۔ قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ مال داروں کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کرنا واجب ہے خواہ منت ماننے والا فقیر ہو یا مال دار، دونوں کا حکم ایک ہے کہ نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ مال داروں کو کھلا سکتا ہے۔ شرکائے قربانی میں وزن سے گوشت تقسیم کریں، اندازے سے نہیں مستحب یہ ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے گوشت کھائے، اس سے پہلے دوسری کوئی چیز نہ کھائے۔

قربانی کرنے والے کے لیے چاند دیکھ کر قربانی کرنے تک سر نہ منڈوانا، بال اور ناخن نہ ترشوانا مستحب ہے۔ قربانی کا گوشت دھو کر پکائیں، ایسے نہ کھائیں۔

اگر بکری کی قیمت اور گوشت، گائے کے ساتویں حصہ کے برابر ہو تو بکری کی قربانی افضل ہے۔ اور اگر گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے کی قربانی افضل ہے۔

درمختار میں ہے:

الشاة افضل من سبع البقرة إذا استو يا فى القيمة و اللحم.

(فتاویٰ شامی، ۹/ ٤٦٦)

جس پر قربانی واجب ہے وہ اپنے نام سے قربانی کریں، اپنے مرحومین کے نام سے نہیں ورنہ ذمہ سے واجب ادا نہ ہوگا۔

قربانی کے جانور نے ذبح سے پہلے بچہ دیا تو بچے کو بھی اس کے ساتھ ذبح کر دیں۔ مگر اس کا گوشت نہ کھائیں بلکہ صدقہ کر دیں اور اگر گوشت کھالیں تو اس کی قیمت صدقہ کریں۔ (فتاویٰ شامی، ۹/ ٤٦٧)

قربانی کا طریقہ:

قربانی سے پہلے جانور کو چارہ پانی دیں، اسے بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح نہ کریں۔ اس کے بعد جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو اور اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھیں اور تیز چھری سے ذبح کر دیں۔ ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. پڑھ کر ذبح کر دیں۔

اگر قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَام وَحَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اور اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو "مِنِّیْ" کی جگہ "من فلاں بن فلاں" کہیں یعنی تمام شرکائے قربانی کا نام لیں۔

قربانی صرف تین دن:

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے ساتھ قربانی کا بھی حکم دیا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"

ترجمہ: اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیاری سنت ہے جو امت محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم کے لیے باقی رکھی گئی اور مال داروں پر واجب قرار دی گئی۔

قرآن مقدس نے ہمیں قربانی کا حکم تو دیا لیکن قربانی کب سے کب تک کی جائے؟ جانوروں کی نوعیت اور ان کی عمر کتنی ہو؟ قرآن نے اس کی تفصیل نہیں بتائی، ان تمام چیزوں کی تفصیل ہمیں احادیث طیبہ سے معلوم ہوئی۔ صرف اسی ایک مثال سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دین اسلام کی تعلیمات اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے لیے صرف قرآن ہی کافی نہیں، بلکہ قرآن کی شرح ”احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم “ کی بھی ضرورت ہے۔ حدیث کو بالائے طاق رکھ کر ہم دینی احکام کا فریضہ کما حقہ انجام نہیں دے سکتے۔ لیکن ”**الا حادیث مضلة الا للعلماء**“ (احادیث قدموں کو پھسلا دیتی ہیں اور لوگوں کو گمراہ کردیتی ہیں سوائے علما کے) کے مطابق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وارشادات یعنی احادیث طیبہ سے براہِ راست کوئی دینی حکم اور شرعی مسئلہ اخذ کرنا، یہ ہر ایرے غیرے کا کام نہیں بلکہ یہ کام ائمۂ مجتہدین اور بالغ نظر فقہا کا ہے جن کی قامتِ زیبا پر اجتہاد اور رسوخ فی الدین کی قبا راس آتی ہے۔

علمائے کرام وفقہائے عظام علوم وفنون میں ماہر اور دینی بصیرت سے مالا مال ہوا کرتے ہیں اور خداداد قوتِ اخذ واستنباط سے اس بات کے اہل ہوتے ہیں کہ احادیث طیبہ کے سمندر میں غوطہ لگا کر الفاظ کے صدف سے گوہر مقصود (معانی ومسائل) نکال سکیں۔ اس لیے شرعی اصول کے مطابق کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ اقوالِ ائمہ وارشاداتِ فقہا کو بھی پیش نظر رکھیں۔ ورنہ ہم قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں گے اور ہدایت یافتہ ہونے کے بجائے گمرہی کے سند یافتہ کہلائیں گے۔

صرف ”حدیث حدیث“ کی رٹ لگانے اور بات بات پر محدثین کا کلام پیش کرنے سے بھی کام نہیں چلے گا بلکہ علمائے کرام وفقہائے عظام کے دامن سے بھی وابستہ ہونا پڑے گا، کیوں کہ شرعی مسائل اور دینی احکام کی باریکیوں سے یہی علما وفقہا واقف ہوا کرتے ہیں۔

ابھی چند ہفتہ پہلے نام نہاد اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کی جانب سے کولکاتہ میں

ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے اور اس میں بڑی شد و مد کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قربانی ۴ر دن تک ہوسکتی ہے اور دلیل میں "تفسیر ابن کثیر" کا حوالہ دے کر امام شافعی کے مسلک کا سہارا لیا گیا ہے۔ لیکن دقتِ نظر اور گہرائی کے ساتھ اس حقیقت کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حافظ ابن کثیر اور ان کی تفسیر کو محض آڑ بنایا گیا ہے ورنہ ۴ر دن قربانی کا یہ نظریہ در حقیقت "نیل الاوطار" کی صدائے بازگشت ہے، جس میں غیر مقلدین کے مشہور اور معتمد عالم قاضی شوکانی نے بڑی شد و مد کے ساتھ ۴ر دن قربانی جائز ہونے کی بات کہی ہے اور اس موقف کی پر زور وکالت بھی کی ہے۔ دعویٰ سے متعلق اس پمفلٹ کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں:

"قربانی کرنی اگر چہ یوم النحر یعنی بقرعید والے دن سب سے بہتر ہے، لیکن اس کے بعد بھی قربانی کرنی جائز ہے۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کتنے دن تک جائز ہے؟ حدیث شریف کی رو سے بقرعید (۱۰ر ذی الحجہ) کے بعد تین دن یعنی ۱۱ر ۱۲ر ۱۳ر تک قربانی ہوسکتی ہے۔"

حیرت ہوتی ہے اہل حدیث حضرات کی دو رنگی پر کہ ائمۂ اربعہ کی تقلید کو ناجائز و حرام بتاتے ہیں، ائمہ اور مقلدین کو برا بھلا کہتے ہیں، لیکن جہاں گاڑی پھنستی ہے اور اپنی بات منوانے کی نوبت آتی ہے تو امام شافعی، ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر اور علامہ ابن قدامہ حنبلی وغیرہ کا سہارا لیتے ہیں۔

؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراپا موم یا پھر سنگ ہو جا

بحث و مباحثہ کے دوران اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل حدیث حضرات چیخ چیخ کر اپنے مدمقابل (سنی و حنفی مقلد) سے کہتے ہیں کہ فلاں مسئلہ قرآن میں کہاں ہے؟ بخاری میں کہاں ہے؟ صحاحِ ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی) میں کہاں ہے؟ غرض کہ جو چیز قرآن سے ثابت نہ ہو یا جس مسئلے کا ثبوت صحاحِ ستہ سے نہ ہو وہ غیر مقلدین کے نزدیک مردود اور ناقابلِ عمل ہوا کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا

اسلامی تعلیمات اور شرعی احکام کا ماخذ اور منبع صرف صحاحِ ستہ ہی ہیں؟ صحاحِ ستہ کے علاوہ کیا حدیث کی دوسری کتابیں جو سیکڑوں کی تعداد میں ہیں نا قابل استدلال ہیں؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ ایک فریب، دھوکہ اور شطرنجی چال ہے، جو اہل حدیث حضرات اپنے مسلکی حریف (سنیوں اور حنفیوں) کے ساتھ چلتے ہیں۔

غیر مقلدین سے میرا بنیادی سوال یہی ہے کہ ان کے دعوے کے مطابق یعنی "حدیث کی رو سے قربانی ۴/دن تک ہو سکتی ہے۔" اگر یہ دعویٰ واقعی صحیح ہے تو وہ پہلے قرآن سے اس کی دلیل پیش کریں یا پھر صحاحِ ستہ سے دلیل دیں اور صحاحِ ستہ ہی سے کوئی ایسی حدیث پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ واقعی قربانی ۴/دن (بقرعید کے بعد تین دن) تک ہو سکتی ہے۔ اور میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ اہل حدیث حضرات قیامت تک اس کو ثابت نہیں کر سکتے۔ صحاحِ ستہ اٹھا کر دیکھ لیجیے، آپ کو ایک بھی حدیث ایسی نہیں ملے گی جس سے ۴/دن تک قربانی جائز ہونے کا ثبوت فراہم ہو سکے۔ قربانی کے وقت سے متعلق بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی سے صرف اتنی سی بات ثابت ہوتی ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں، جس نے نماز سے پہلے قربانی کی ہے وہ دوبارہ قربانی کرے۔ ۴/دن قربانی کا حکم صحاحِ ستہ میں کہیں بھی نہیں ہے۔

اس پمفلٹ کے شائع ہونے سے "کولکاتہ" جیسے عظیم شہر میں جہاں سنی حنفی مسلمانوں کی اکثریت ہے، دینی اعتبار سے ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ سنی حنفی مسلمان یہ سوچ کر حیران ہیں باپ دادا کے زمانے سے ۳/دن قربانی کی روایت چلی آرہی تھی، آخر ۴/دن قربانی کا ہوا کیسے کھڑا ہو گیا؟ غرض کہ اس مسئلے کو لے وہاں کے مسلمان کافی پریشان ہیں اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں کہ قربانی ۳/دن کریں یا ۴/دن؟ جماعت غیر مقلدین کی طرف سے دینی و مسلکی انتشار پھیلانے کی یہ ایک بدترین مثال ہے۔ اسی طرح اہل حدیث حضرات ۴/دن قربانی کے جائز ہونے کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ قربانی محض سنت ہے، واجب نہیں۔

صرف ۳/دن قربانی جائز ہونے سے متعلق حنفی، مالکی و حنبلی علما کے اقوال و عبارات اتنی کثرت سے کتابوں میں موجود ہیں کہ صرف ان عبارتوں کو جمع کر دیا جائے

تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مگر غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی اور مسلکی عناد کے آگے یہ تمام دلیلیں ہیچ اور بے سود ہیں۔

غیر مقلد حضرات چوں کہ صرف حدیث سے دلیل طلب کرتے ہیں اس لیے آئندہ صفحات میں ان کے دعوؤں کا عباراتِ حدیث واقوالِ محدثین کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے گا اور ثابت کیا جائے گا کہ قربانی واجب ہے اور قربانی کا وقت صرف تین دن ہے۔ چار دن قربانی ناجائز اور سنت کے خلاف ہے۔

قربانی کا اجر وثواب:

امام ابن ماجہ (متوفی: ۲۷۳ھ) قربانی کے اجر وثواب پر مشتمل یہ حدیث اپنی سندوں کے ساتھ نقل فرماتے ہیں:

"صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! قربانی کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے پھر عرض کیا، اس میں کیا ثواب ہے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔ صحابۂ کرام مزید دریافت کرتے ہیں، اُون کا حکم کیا ہے؟ بارگاہِ رسالت سے جواب ملتا ہے: اُون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔" **(سنن ابن ماجه، ص:٥٣٥/ مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت)**

امام ترمذی (متوفی: ۲۹۷ھ) اپنی جامع اور امام ابن ماجہ (متوفی: ۲۷۳ھ) اپنی سنن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الاضحیٰ کے دن ابن آدم کا کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں، قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم خوب اچھی طرح قربانی کرو۔" **(جامع ترمذی، ص:٤٣٦، مکتبه دار احیاء التراث العربی/ سنن ابن ماجه، ص:٥٣٥، مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت)**

قربانی کا وجوب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلنا.

ترجمہ: جس کے اندر قربانی کی استطاعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری گاہ کے قریب نہ آئے۔ **(سنن ابن ماجه، ص:٥٣٤، دار احياء التراث، بيروت)**

جندب ابن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

شهدت النبي صلى الله عليه وسلم يوم النحر فقال: من ذبح قبل الصلوٰة فليعد مكانها اخرىٰ ومن لم يذبح فليذبح.

(بخاری شريف، ص:١١٦١، دار الكتاب العربي، بيروت)

ترجمہ: میں عید الاضحیٰ کے دن حضور کے ساتھ تھا، آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے ابھی قربانی نہیں کی ہے وہ اب قربانی کرے۔

مسلم شریف میں اتنی عبارت کا اور اضافہ ہے۔ **(فليذبح بسم الله)**

جندب ابن سفیان سے مروی یہ حدیث صحاحِ ستہ میں موجود ہے۔ امام بخاری کے علاوہ امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد و نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ان دونوں حدیث سے ثابت ہوا کہ قربانی واجب ہے، اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی نہ کرنے والوں کے حق میں اتنا سخت حکم نہیں فرماتے کہ "صاحب استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے والا ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" نیز اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ قربانی کا حکم ہرگز نہ دیتے۔ یہ زجر و توبیخ اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے، صرف سنت نہیں۔

قربانی کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"

ترجمہ: اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

نیز حدیث میں فرمایا گیا: **"ضحوا"** قربانی کرو۔ قرآن اور حدیث دونوں میں قربانی کے لیے امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ لہٰذا قربانی واجب ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ "قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے" تو اس سنت سے یہ مراد نہیں کہ قربانی "سنت مؤکدہ" ہے بلکہ یہاں سنت سے مراد "طریقہ" ہے۔ جیسا کہ حدیث **"من تمسك بسنتي عند فساد امتي"** میں سنت سے "طریقہ" مراد ہے۔

اسلامی عبادات کی ادائیگی میں وقت کی اہمیت:

دین اسلام میں جتنی اہم اور مہتم بالشان عبادتیں ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج وغیرہ، ان میں وقت کی رعایت اور وقت پر ان کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ نماز کے بارے میں وقت سے متعلق قرآن میں آیا ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"

ترجمہ: نماز مومنوں پر الگ الگ وقت میں فرض ہے۔ یعنی پنج وقتہ نماز میں سے ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔

حج کے بارے میں فرمایا گیا:

"اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ"

یعنی حج کے لیے معلوم اور متعین مہینے ہیں۔

اسی طرح قربانی کے بارے میں حدیث آئی ہے:

من ذبح قبل الصلوٰة فليعد مكانها اخرىٰ.

کہ جس نے نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کی وہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے۔

روزے سے متعلق قرآن کا ارشاد ہے:

"اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ"

رات تک یعنی سورج ڈوبنے تک روزہ پورا کرو۔

غرض کہ ان عبادتوں کو وقت کے ساتھ اس طرح مربوط اور مشروط کر دیا گیا ہے کہ "اذا وجد وجد، انتفی انتفی" والی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ اگر یہ عبادتیں وقت سے پہلے ادا کی جائیں تو سرے سے عبادت درست ہوگی ہی نہیں اور اگر وقت گزر جانے کے بعد یہ عبادتیں انجام دی جائیں تو ان کی معنویت اور چاشنی ہی ختم ہو جائے گی۔ نیز وقت گزر جانے کے بعد یہ عبادتیں ادا کے بجائے قضا کہلائیں گی اور قضا موجبِ عتاب ہے۔ تو اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلامی عبادات کی ادائیگی میں وقت کی رعایت کتنی اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ان عبادات کی ادائیگی میں شریعت کے متعین کردہ اوقات کی پابندی بہر حال ضروری ہے۔

قربانی بھی انھیں عبادتوں میں سے ایک ہے جس میں وقت کی رعایت اور پابندی ضروری ہے۔ قربانی کے اجر و ثواب اور اس عمل کے محبوب و مستحسن ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں، ہاں! قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟ اور قربانی کتنے دنوں تک جائز ہے؟ اس مسئلے میں ائمۂ کرام کا اختلاف ہے۔ وہ بھی اس حد تک کہ امام شافعی (متوفی: ۲۰۴ھ) کے علاوہ باقی تینوں امام یعنی امام اعظم (متوفی: ۱۵۰ھ) امام مالک (متوفی: ۱۷۹ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قربانی صرف ۳/دن تک جائز ہے (۱۰/تا ۱۲/ذی الحجہ) اور بقر عید کے بعد تیسرے دن یعنی ۱۳/ذی الحجہ کو قربانی جائز نہیں، ان ائمہ ثلاثہ کے علاوہ صحابۂ کرام میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے کہ قربانی صرف ۳/دن تک جائز ہے۔ تفصیلی دلائل سے پہلے مذاہب اربعہ کے ماہر، مسلک امام شافعی کے جلیل القدر ترجمان امام نووی شافعی (متوفی: ۶۷۶ھ) کی یہ عبارت غور سے پڑھیں تاکہ ہمارے دعویٰ کی تصدیق ہو سکے۔

وأما آخر وقت التضحية فقال الشافعي: تجوز في يوم النحر وأيام التشريق الثلاثة بعده .... وقال أبو حنيفة ومالك و

أحمد: تختص بیوم النحر و یومین بعده وروی هٰذا عن عمر بن الخطاب وعلی وابن عمر وأنس رضی الله عنهم.

(شرح صحیح مسلم للنووی، ج:۱۳، ص:۸۹، مکتبہ دار المنار، بیروت)

اسے بھی حسن اتفاق کا کرشمہ ہی کہہ لیجیے کہ اس دینی وفقہی مسئلے میں تین الگ الگ مسلک کے امام متفق ہیں۔ ۷/جلیل القدر صحابۂ کرام اور امام شافعی کے علاوہ باقی تینوں مسلک کے امام کا اس مسئلے پر اتفاق، اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ صرف ۳/دن تک قربانی جائز ہونے کا نظریہ زیادہ مستحکم، راجح اور اقویٰ ہے۔ کیوں کہ یہ صحابۂ کرام اور ائمہ عظام احادیث طیبہ کو اِن چلہ کش مولویوں (غیر مقلدوں) سے زیادہ سمجھتے تھے جو آج صرف ۴۰/دن کا تبلیغی ورک شاپ مکمل کرکے "محدث" بن جاتے ہیں۔

۳/دن قربانی سے متعلق صحابۂ کرام کا نظریہ:

اوپر امام نووی شافعی کی عبارت گزری کہ امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ ۴/صحابۂ کرام حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے کہ قربانی ۳/دن تک ہی جائز ہے۔ البتہ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ ۴/دن تک قربانی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے بعد تیسرے دن بھی قربانی ہوسکتی ہے۔

امام نووی نے تین دن قربانی سے متعلق ۴/صحابۂ کرام کا ذکر فرمایا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ۴/نہیں بلکہ ۶/صحابۂ کرام سے یہ روایت منقول ہے کہ ایامِ قربانی صرف ۳/دن ہیں۔ ان ۶/جلیل القدر صحابہ میں ۴/کا ذکر تو امام نووی نے خود کیا ہے۔ باقی ۲/صحابی جن سے ۳/دن قربانی کی روایت ثابت ہے وہ رئیس الحفاظ حضرت ابو ہریرہ اور حبرِ امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی (متوفیٰ:۶۲۰ھ) نے صحابۂ کرام میں سے حضرت عمر، علی، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عمر اور انس رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھا ہے کہ ۱۰/ذی الحجہ اور اس کے بعد صرف ۲/دن تک قربانی جائز ہونے میں ان حضرات کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (المغنی

لابن قدامه حنبلي، ج:٣، ص:٤٣٢، مكتبة الرياض، سعودي عرب)

علامہ بدرالدین عینی (متوفی:۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

الأضحية جائزة في ثلثة أيام، يوم النحر أولها والثاني والثالث هما يومان بعد يوم النحر و به قال مالك وأحمد والثوري وهو قول ستة من الصحابة رضي الله عنهم وهم عمر و علي و ابن عباس و ابن عمر و ابو هريرة وأنس.

(البناية شرح الهداية، ج:٤، ص:١٧٦، المكتبة الإمدادية مكه مكرمه)

شیخ زکریا کاندھلوی نے موفق کے حوالے سے ۳/دن قربانی کے بارے میں جو عبارت نقل کی ہے، اس میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس کا ذکر ہے۔ عبارت یہ ہے:

وأما آخره (اى آخر وقت الأضحية) فقد قال الموفق: آخر اليوم الثاني من أيام التشريق فتكون أيام الأضحية ثلاثة، يوم العيد و يومان بعده وهذا قول عمر و علي و ابن عمر و ابن عباس و أبي هريرة وأنس. (اوجز المسالك إلى موطا إمام مالك، ج:٩، ص:٣١٧، دار الكتب العلمية، بيروت)

حافظ ابن عبدالبر (متوفی:۴۶۳ھ) نے حضرت عمر کے علاوہ باقی ۵/صحابۂ کرام کا ذکر کیا ہے۔ (الاستذكار لابن عبد البر، ج:٥، ص:٢٤٥، دار الكتب العلمية، بيروت)

صرف ۳/دن تک قربانی جائز ماننے والے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ چناں چہ علامہ عینی نے صاحب استذکار کے حوالے سے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: قربانی کا وقت تین دن ہے۔ (البناية شرح الهداية للعيني، ج:٤، ص:١٧٧، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة)

اب کل ملا کر ۷/صحابۂ کرام ہو گئے جن سے صرف ۳/دن قربانی کی روایت منقول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صرف ۳/دن تک قربانی کو جائز مانتے ہیں جیسا

کہ اوپر گزرا۔

اب ذرا چشم بصیرت سے یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔غیر مقلدین کے پیشوا ابن قیم جوزی، حضرت مجاہد کا قول نقل کرتے ہیں:

إذا اختلف الناس فی شیئ فانظروا ماصنع عمر فخذوابه.

(إعلام الموقعين، ص: ٦٦، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: جب کسی مسئلے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہو تو دیکھو کہ حضرت عمر کی رائے کیا ہے؟ تو بلا جھجک حضرت عمر کی رائے کو اپنالو اور ان کے موقف کو تسلیم کرلو۔

صحابۂ کرام کی عدالت و ثقاہت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ائمہ ومحدثین کا دو ٹوک فیصلہ ہے:

الصحابة كلهم عدول عند أهل السنة والجماعة. (الباعث الحثيث فی اختصار علوم الحديث، ص: ١٥٠، مكتبة دارالتراث، بيروت)

ان ۷ رجلیل القدر اور مہتم بالشان صحابۂ کرام میں ہر ایک آسمانِ علم وفضل کے بدرِ کامل ہیں۔حضرت ابوہریرہ، حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا شمار مکثرین صحابہ میں ہوتا ہے۔ **(الباعث الحثيث، ص: ١٥٣)**

اور جہاں تک حضرت عمر، حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی بات ہے تو ان کا علمی مقام و مرتبہ مذکورہ چاروں مکثرین صحابہ سے بھی کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔

امام نووی شافعی (متوفی: ٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

”تمام صحابۂ کرام کا علم ٦ رافراد پر ختم ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابودردا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔پھر ان ٦ رصحابۂ کرام کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے۔“ **(تقريب النووی مع تدريب الراوی، ج:٢، ص:٢١٨، المكتبة العلمية، مدينه منوره)**

جب دلیل سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ صرف ٣ر دن تک قربانی جائز ہونے کا

نظریہ، صرف امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل ہی کا نہیں بلکہ ۷ رجلیل القدر صحابۂ کرام کا بھی یہی نظریہ ہے تو اب لگے ہاتھوں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اِن صحابۂ کرام نے محض اپنی رائے یا طبیعت سے یہ نظریہ قائم نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے یا تو حضور سے سنا ہے یا پھر حضور کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی جیسے عظیم المرتبت، دین شناس اور شریعت مزاج دین کے معاملے میں جو غایت درجہ احتیاط فرماتے تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

لہٰذا ان ۷ رصحابۂ کرام کے اس موقف (۳/دن قربانی جائز ہونے) کو معنًا
"سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كذا او رأيته فعل كذا"
کی منزل میں اتار لیا جائے گا۔ اور جب کوئی صحابی کہے کہ "میں نے حضور سے فلاں بات سنی یا حضور کو فلاں کام کرتے دیکھا" تو محدثین کے نزدیک یہ قول بالاتفاق معتبر ہے۔

حافظ ابن کثیر (متوفی: ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أما لو قال (الصحابي) سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كذا أو رأيته فعل كذا، فهو مقبول لامحالة إذا صح السند إليه.

(الباعث الحثيث فى اختصار علوم الحديث، ص:١٥٧، دارالتراث، بيروت)

جب کسی صحابی کا قول، رائے یا قیاس پر مبنی نہ ہو تو وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔ سلیمان وہبی غاوجی لکھتے ہیں:

قول الصحابى فيما لايدرك بالراى لهٗ حكم المرفوع.

(محاضرات فى تاريخ الفقه الإسلامى، ص:١٤، دارالبشائر، بيروت)

قارئین کرام! اب آپ ہی فیصلہ کریں اور انصاف سے بتائیں کہ ہم ان صحابۂ کرام کی بات مانیں جو صرف ۳/دن قربانی کو جائز مانتے ہیں یا پھر آج کے غیر مقلدین کی بات مانیں جو ۴/دن قربانی کو تشدد کی حد تک جائز بتاتے ہیں۔

ایک اصولی گفتگو:

اوپر کی گفتگو سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ صرف "صحاحِ ستہ" ہی قابل حجت نہیں، بلکہ

دیگر کتب احادیث بھی قابل حجت ہیں اور اپنے موقف کی تائید و اثبات میں ان کتب احادیث کا سہارا لے کر ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ غیر مقلد حضرات نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے ایک بھی کتاب "صحاحِ ستہ" میں سے نہیں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ "صحاحِ ستہ" میں ۴/ دن قربانی جائز ہونے سے متعلق کوئی حدیث ہے ہی نہیں۔ اسی لیے تو اہل حدیث حضرات نے "غیر کتب ستہ" کا حوالہ دیا ہے؟ اور اس طرح اصولی اعتبار سے غیر مقلد حضرات نے اپنے مقلد بھائیوں کے حق میں یہ جواز فراہم کر دیا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے موقف کو "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتبِ احادیث سے ثابت کر سکتے ہیں۔

لہٰذا اگر ہم ذیل میں اپنے موقف یعنی ۳/ دن قربانی جائز ہونے کی تائید میں "صحاحِ ستہ" کے بجائے دیگر کتب احادیث (جن کی صحت پر اہل علم کا اتفاق ہے) سے دلیل پیش کریں تو ان کو اخلاقی اور اصولی حیثیت سے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجھ سے اس بات کا مطالبہ اور اصرار کریں کہ "صحاحِ ستہ" ہی سے دلیل پیش کرو۔ بخاری و مسلم ہی سے اپنی بات ثابت کرو۔ اس طرح کا مطالبہ انصاف و دیانت کے ساتھ بہت بڑا مذاق ہے۔

ہاں! غیر مقلد حضرات زیر بحث مسئلہ میں یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب ۳/ دن کے علاوہ ۴/ دن تک قربانی جائز ہونے کی روایت بھی موجود ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ۳/ دن قربانی سے متعلق روایت کو ترجیح دی جا رہی ہے؟ اور ۴/ دن والی روایت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے؟

"فنِ اصول حدیث" کی روشنی میں ہم اس کا جواب دیں گے کہ ۴/ دن قربانی سے متعلق روایت میں ضعف اور سخت اضطراب ہے۔ ائمۂ جرح و تعدیل نے اس روایت کے راویوں پر سخت کلام کیا ہے۔ مسلک شافعی کے علما (مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے) جن کے یہاں ۴/ دن قربانی جائز ہے اور ان کی مستدل یہی روایت "أيام التشريق كلها ذبح" ہے، انھوں نے بھی اس کے راوی پر سخت کلام کیا ہے۔ اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تفصیل نیچے آ رہی ہے۔)

تو ۴/دن والی روایت غیر معتبر ہے اور ۳/دن قربانی سے متعلق روایت چوں کہ ضعف اور اضطراب سے خالی ہے، اس لیے ہم نے ۳/دن والی روایت کو قبول کر لیا ہے۔ اور ۴/دن والی روایت کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ لوگوں کی طرح حدیث پر ہم لوگ بھی عمل کرتے ہیں۔ یہ حدیث ہی میں تو ہے کہ اچھی چیز لے لو اور پراگندہ چیز چھوڑ دو۔ **"خذما صفا ودع ماکدر"** اسی حدیث پر ہم نے عمل کیا ہے کہ ضعف اور اضطراب کے باعث گدلا ہو جانے والی ۴/دن کی روایت کو ہم نے چھوڑ دیا ہے اور ضعف سے خالی صاف وشفاف ۳/دن والی روایت کو ہم نے لے لیا ہے۔

یوں ہی یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چوتھے دن کی قربانی مختلف فیہ ہے، نیز اس کے صحیح ہونے نہ ہونے کا شبہہ ہے۔ جب کہ تین دن تک کی حدیثوں پر عمل کرنے میں اطمینان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں شک ہو اس کو چھوڑ دو اور اسے اختیار کرو جو شک وشبہہ سے پاک ہو تو چوتھے دن قربانی کر کے اپنی قربانی کو شک کے خطرے میں ڈالنا کون سی عقل مندی ہے؟ اور جب کہ تین دن کا حکم احادیث صحاح سے ثابت ہے اور چار دن والی حدیث ضعیف ہے، تو صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث کو پکڑنا بھی غیر مقلدین سے عجیب ہے!

اہل حدیث کی مستدل حدیث:

اہل حدیث حضرات نے ۴/دن قربانی سے متعلق حدیث **"أيام التشريق كلها ذبح"** سے استدلال کیا ہے اور حوالے میں امام احمد بن حنبل کی "مسند" امام بیہقی کی "سنن کبریٰ" علامہ ابن قدامہ حنبلی کی "المغنی" ابن تیمیہ کی "منتقی الاخبار" ابن قیم کی "زاد المعاد" اور قاضی شوکانی کی "نیل الاوطار" کو پیش کیا ہے۔ غیر مقلد حضرات کو صحاح ستہ سے یا کم از کم کسی صحیح حدیث سے اپنا موقف ثابت کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ لوگ ائمۂ مذاہب کے اقوال و ارشادات اور ان کی کتابوں کے مندرجات کو بالعموم تسلیم نہیں کرتے ہیں اور بات بات پر بخاری، مسلم اور صحیح حدیث کی رٹ لگاتے ہیں۔

غیر مقلدین سے جب میں نے سوال کیا کہ جناب! صحاحِ ستہ سے دلیل پیش کیجیے

اور کوئی ایسی حدیث صحاح ستہ میں دکھایئے جس سے ثابت ہو سکے کہ قربانی ۴ دن تک بھی ہو سکتی ہے؟ اہل حدیث کی طرف سے جواب ملتا ہے۔ "اگر اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے "صحاحِ ستہ" میں کوئی حدیث نہ ملے تو حدیث کی دوسری کتابوں سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ایک مقلد (راقم طفیل احمد) پھر سوال کرتا ہے کہ جب مقلد حضرات اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے "صحاحِ ستہ" سے حدیث نہ ملنے کی صورت میں دیگر کتب احادیث سے استدلال کرتے ہیں تو آپ لوگ اس حدیث کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ اہل حدیث (غیر مقلد) کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔ نادان! تم سمجھتے نہیں، ہم غیر مقلد ہیں، ہم لوگ "صحاحِ ستہ" سے صرف دلیل طلب کرتے ہیں، باقی "صحاح ستہ" سے ہی دوسروں کو دلیل فراہم کرنا یہ کوئی ضروری نہیں سمجھتے۔ قارئین کچھ سمجھا آپ نے؟

معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ ابن قدامہ نے حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" کو نقل تو کیا ہے مگر اس پر اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ کھلے لفظوں میں لکھا ہے:

وقت الأضحية ثلاثة أيام: يوم النحر و يومان بعده.

اور ۴ دن قربانی جائز ماننے والوں کی پر زور انداز میں تردید کی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ حنبلی، ج:۳، ص:۴۳۲، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، سعودی عرب)

اسی طرح امام بیہقی نے "أيام التشريق كلها ذبح" والی روایت نقل کرنے کے بعد سلسلۂ سند کے ایک راوی "سوید بن عبد العزیز" کے متعلق لکھا ہے:

وهو ضعيف عند بعض اهل النقل.

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ج:۱۴، ص:۲۴۶، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت)

دلچسپ اور قابل ذکر بات تو یہ ہے کہ امام بیہقی نے "أيام التشريق كلها ذبح" والی یہ روایت ذکر کر کے اس کے راویوں پر جرح کی ہے جب کہ تین دن قربانی جائز ہونے سے متعلق روایت کو متعدد سندوں سے ذکر کرنے کے بعد اس کے راویوں پر نہ کسی طرح کا کلام کیا ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی جرح فرمائی ہے۔

غیر مقلد حضرات کی یہ مستدل روایت "أيام التشريق كلها ذبح" کے راویوں

پر صرف امام بیہقی نے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ائمۂ جرح وتعدیل نے بھی اس کے راویوں پر جرح کی ہے۔ بعض ائمۂ فن نے تو اس روایت کو ایک سند سے "موضوع" بھی قرار دیا ہے۔

اصولِ حدیث اور فنِ جرح وتعدیل کے اعتبار سے اس روایت میں یہی سب خامیاں تھیں جن کی بدولت امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور ۳/دن قربانی جائز ہونے سے متعلق روایت کو ہی ترجیح دی۔

بہر کیف! غیر مقلد نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے "صحاحِ ستہ" کو چھوڑ کر (صحاحِ ستہ کا حوالہ نہ دینے کا بنیادی سبب ۴/دن والی روایت کا صحاحِ ستہ میں موجود نہ ہونا ہے۔) دیگر کتبِ احادیث کا حوالہ پیش کر کے دبے لفظوں میں اس حقیقت کا گویا اعتراف کرلیا ہے کہ "صحیح حدیث" کا ذخیرہ صرف "صحاح ستہ" ہی میں محفوظ نہیں ہے بلکہ اور بھی کتابیں ہیں جن میں "صحیح احادیث" درج ہیں یا کم از کم وہ اس لائق ہیں کہ انھیں استدلال اور ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔

لیکن تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات کتبِ احادیث میں صرف "صحاحِ ستہ" ہی کو مانتے ہیں اور باقی کتبِ احادیث کو بڑی حقارت اور بے دردی کے ساتھ ناقابلِ عمل اور پایۂ اعتبار سے ساقط گردانتے ہیں۔

غیر مقلدین کی طرف سے ۴/دن قربانی جائز ہونے سے متعلق روایت کو ثابت کرنے کے لیے امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی کے علاوہ ابن تیمیہ، ابن قیم جوزی اور قاضی شوکانی کی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایمان کی کہیے تو یہ لوگ آخر الذکر تینوں حضرات کو فقہی نقطۂ نظر سے عبادات ومعمولات کی ادائیگی میں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کے اقوال وارشادات کو "وحیِ آسمانی" کا درجہ دیتے ہیں۔ ویسے بھی بنیادی طور پر غیر مقلد حضرات ائمۂ اربعہ میں امام احمد بن حنبل کی تقلید کرتے ہیں۔ اگرچہ قولاً اس کا اظہار نہیں کرتے لیکن عملاً تقلید امام احمد بن حنبل کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اگر کوئی غیر اہل حدیث "تقلید ائمہ" کا دم بھرتا ہے تو یہ حضرات اسے برا بھلا تو کہتے ہی ہیں ساتھ میں ان ائمۂ کرام کو بھی برا بھلا کہہ کر اپنے دل کا بخار نکالتے ہیں۔

خیر یہ تو ضمنی بات تھی۔ اب اصولی اعتبار سے جماعت غیر مقلدین سے میرا سوال ہے کہ کتب احادیث میں جب "صحاحِ ستہ" ہی معتبر ہیں باقی دیگر کتب احادیث ساقط الاعتبار اور نا قابل حجت ہیں تو آپ حضرات بھی اپنا موقف (۴/دن قربانی) صحاحِ ستہ ہی سے ثابت کریں اور بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ سے کوئی ایسی حدیث پیش کریں، جس سے ثابت ہو سکے کہ واقعی قربانی ۴/دن تک ہو سکتی ہے۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے کہ ان کی مستدل روایت "**أیام التشریق کلھا ذبح**" صحاحِ ستہ میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث "صحاحِ ستہ" میں موجود ہے جس سے ۴/دن قربانی کا جواب فراہم ہو سکے۔ شاید اس لیے مجبور ہو کر غیر مقلد حضرات نے "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دوسری کتب حدیث کا سہارا لیا ہے اور ان کا حوالہ دیا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہی ہے اور اپنے موقف پر "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے تو پھر غیر مقلد حضرات کو خدا کے لیے "صحاحِ ستہ" کا ڈھنڈورا پیٹنے سے باز آجانا چاہیے اور بات بات پر یہ کہنا کہ "یہ حدیث بخاری میں کہاں ہے؟ مسلم میں کہاں ہے؟ ترمذی میں ہو تو دکھاؤ؟ یہ ناٹک بہت پرانا ہو گیا، اب غیر مقلدوں کو یہ ناٹک بند کر دینا چاہیے۔ اور جس طرح اپنے موقف کو وہ لوگ "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے ثابت کرنے کا حق رکھتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی یہ حق اور اختیار ملنا چاہیے کہ وہ بھی اپنے موقف کو "صحاحِ ستہ" کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے ثابت کریں۔ یہی انصاف کا تقاضہ ہے۔

کیا صحاحِ ستہ کے مصنفین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "صحیح احادیث" صرف ہماری ہی کتابوں میں ہیں یا ہم نے تمام "صحیح احادیث" کا احاطہ کر لیا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! ان حضرات نے ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ بخاری، بخاری اور "صحیح حدیث" کی رٹ لگانے والے کیا امام بخاری کے اس قول سے اس حد تک غافل ہیں؟ "**ما اوردت فی کتابی ھذا إلا ما صح وترکت کثیرا من الصحاح**" **(مقدمۂ مشکوٰۃ المصابیح، ص:۷)**

کہ ہم نے اپنی اس کتاب (بخاری) میں صرف صحیح احادیث ہی ذکر کی ہیں اور

بہت ساری "صحیح احادیث" کو چھوڑ دیا ہے۔

امام بخاری کے اس اعترافِ حقیقت کے بعد یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ "صحیح احادیث" صرف بخاری ہی میں نہیں، بلکہ حدیث کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، جن میں "صحیح احادیث" موجود ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

الکتب الستة المشهورة المقررة فی الإسلام التی یقال لها الصحاح الست وفی هذه الکتب أقسام من الأحادیث من الصحاح والحسان والضعاف وتسمیتها "بالصحاح الست" بطریق التغلیب. **(مقدمۂ مشکوٰۃ، ص:۷)**

یعنی بخاری ومسلم، ترمذی وغیرہ کو غلبہ واکثریت کے لحاظ سے "صحاحِ ستہ" کہا جاتا ہے ورنہ درحقیقت صحیح احادیث کے علاوہ حسن اور ضعیف احادیث بھی ان کتابوں میں موجود ہیں۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:

"بخاری ومسلم کے علاوہ دیگر ائمۂ حدیث کی کتابوں میں بھی صحیح احادیث ہیں، مثلاً امام ابوبکر بن خزیمہ، امام ابوالحسین دارقطنی وغیرہ۔"

(علوم الحدیث، ص:۳۳، المکتبة الإسلامیه، مدینه منوره)

کتب احادیث کے اقسام میں سے ایک قسم "مستدرک" بھی ہے اور "مستدرک" حدیث کی کس کتاب کو کہتے ہیں یہ بات غیر مقلد حضرات کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ کتب مستدرک کو دیکھ کر بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ "صحاحِ ستہ" کے علاوہ حدیث کی اور بھی کتابیں ہیں جن میں بخاری وغیرہ میں درج ہونے سے رہ جانے والی صحیح احادیث کا استدراک اور اضافہ کیا گیا ہے۔

۳/دن قربانی کا کتبِ احادیث سے ثبوت:

صرف ۳/دن قربانی جائز ہونے کی سب سے مضبوط اور قوی دلیل "موطا امام

مالک" کی حدیث ہے۔ امام مالک (متوفی: ۱۷۹ھ) رضی اللہ عنہ اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

حدثنی یحییٰ عن مالک عن نافع أن عبد اللہ بن عمر قال: الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ. (المؤطا للإمام مالک، حدیث نمبر: ۱۰۵۲، ص: ۲۷۶، المکتبة العصریة، بیروت)

ترجمہ: نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: قربانی کا وقت ۱۰/ذی الحجہ (بقرعید) کے بعد دو دن ہے۔

عن مالک أنہ بلغه عن علی بن أبی طالب مثل ذلک.

(المؤطا للإمام مالک، حدیث نمبر: ۱۰۵۲، المکتبة العصریة، بیروت)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل روایت منقول ہے۔ یعنی قربانی کے وقت کی مقدار ۱۰/تا ۱۲/ذی الحجہ (۳/دن) ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (متوفی: ۸۵۲ھ) نے "موطا امام مالک" کی اس حدیث کی تائید وتوثیق فرمائی ہے جس میں حضرت علی وابن عمر سے ۳/دن قربانی جائز ہونے کی روایت منقول ہے۔ چناں چہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وأما علی فذکرہ مالک فی المؤطا عنه بلاغًا .... وفی المؤطا عن نافع عن ابن عمر أنه کان یقول: الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ. (الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة من الآخرین، ص: ۴۳۰، مجلس برکات، مبارکپور)

شارحین موطا کے اقوال وآرا بعد میں پیش کیے جائیں گے مگر اس سے قبل "موطا" اور اس کے مصنف حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی صحت وثقاہت پر کچھ روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکے کہ موطا اور صاحب موطا کا اعتبار نہیں ہے۔ اگر موطا امام مالک کا اعتبار نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی بھی غیر آسمانی کتاب لائق اعتبار اور قابل استناد نہیں۔ غالباً "موطا امام مالک" حدیث کی پہلی کتاب ہے۔

امام مالک کی محدثانہ عظمت:

علم وفضل اور شرف وکمال میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو جو بلندترین مقام حاصل ہے، اس سے اہل علم و دانش اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کے علومِ مرتبت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ "تبع تابعین" میں سے ہیں، جن کے عہد کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے "خیر القرون" فرمایا ہے۔ تبع تابعین میں علم وفضل اور صحت و ثقاہت کے لحاظ سے آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام آپ کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ فن جرح وتعدیل کے ۲؍ مقتدر امام یحییٰ بن سعید قطان (آپ امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں) اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

مالك أمير المؤمنين فى الحديث.

یعنی امام مالک حدیث کے امیر المؤمنین ہیں۔

ابن مہدی کی رائے ہے: **"ما أقدم على مالك فى صحة الحديث أحدًا"** کہ صحت حدیث میں امام مالک پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ **(مقدمة تنوير الحوالك للسيوطى، ص:٤٦، المكتبة الثقافة، قاهره، مصر)**

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرّانی (متوفی: ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

"اہلِ اسلام میں سے عوام وخواص کے درمیان امام مالک کو جو قدرومنزلت حاصل ہے، وہ ادنیٰ علم رکھنے والوں پر بھی مخفی نہیں۔" **(مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية، ج:٢٠، ص:١٧٦، المكتبة العبيكان، السعودية العربية)**

کتب احادیث میں موطا امام مالک کا مقامِ امتیاز:

"قدر المؤلَفِ بقدر المؤلِف" کہ مصنف کی قدرومنزلت سے کتاب کی قدروقیمت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ موطا امام مالک کو "صحاحِ ستہ" پر تقدم زمانی کا شرف تو حاصل ہے ہی، صحت وثقاہت کے اعتبار سے بھی اس کتاب کو "صحاحِ ستہ" سے کچھ کم درجہ حاصل نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی: ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے "**تنویر الحوالك شرح مؤطا امام مالك**" کے ص:۸/ پر لکھا ہے: "**الصواب إطلاق أن الموطا صحيح لا يستثنىٰ منه شئ**" یعنی موطا امام مالک کی احادیث "صحیح" ہیں، صحت سے کوئی بھی حدیث مستثنیٰ نہیں اور یہی موقف درست اور صواب ہے۔

مشہور محقق علامہ احمد بن محمد شاکر لکھتے ہیں:

هى فى الصحة كأحاديث الصحيحين. (البخارى و مسلم)

موطا امام مالک کی احادیث، بخاری ومسلم کی طرح صحیح ہیں۔

(حاشية الباعث الحثيث، دار التراث العربى، بيروت)

امام مالک کے دور میں بڑے بڑے جلیل القدر تابعی موجود تھے، آپ نے ان سے علم حاصل کیا۔ خصوصیت کے ساتھ مدینہ طیبہ کے اہل علم تابعین سے اکتساب فیض کیا اور ان سے روایتیں لیں اور اہل مدینہ کے مذہب کو مضبوطی سے پکڑا، یہاں تک کہ "امام دار الہجرت" کے لقب سے یاد کیے گئے۔

شیخ ابن تیمیہ حرانی نے اہل مدینہ کی احادیث و آثار کو "**أصح الأحاديث**" قرار دیا ہے۔

چناں چہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قد اتفق أهل العلم بالحديث على أن أصح الأحاديث أحاديث أهل المدينة .... فلا ريب عند أحد أن مالكا رضى الله عنه أقوم الناس بمذهب أهل مدينة رواية و دراية، فإنه لم يكن فى عصره ولا بعده أقوم بذالك منه. (مجموعة الفتاوىٰ لابن تيمية، ج:٢٠، ص:١٧٤، مكتبة العبيكان، سعودى عرب)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "موطا امام مالک" کے بارے میں اپنا تاثر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

ماتحت أديم السماء كتاب أكثر صوابا بعد كتاب الله من موطا مالك.

روئے زمین پر قرآن کے بعد امام مالک کی "موطا" سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔ (امام شافعی نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ بخاری و مسلم ابھی وجود میں نہیں آئی تھی، لہٰذا بخاری و مسلم کے "**اصح الکتب بعد کتاب الله**" ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔)

امام شافعی کے اس صداقت آمیز قول پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے کہا: "**وھو کما قال الشافعی**" یعنی امام شافعی نے "موطا امام مالک" کے تعلق سے جو کچھ فرمایا وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے کہ روئے زمین پر صحت و ثقاہت کے لحاظ سے کوئی کتاب "موطا امام مالک" کے برابر نہیں۔

امام شافعی، یحییٰ بن سعید قطان، یحییٰ بن معین، ابن مہدی، ابن تیمیہ، امام سیوطی اور احمد شاکر کے اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ امام مالک حدیث کے ماہر، ثقہ امام اور ان کی کتاب "موطا" حدیث کی بلند پایہ کتاب اور "صحیح احادیث" کا مجموعہ ہے۔

جب امام مالک نے اہل مدینہ سے روایتیں لیں اور ان کے مذہب پر سختی سے عمل پیرا ہوئے۔ ابن تیمیہ کے بقول اہل مدینہ کی احادیث "**اصح الأحادیث**" ٹھہریں، امام شافعی نے "موطا" کو صحیح اور صواب ترین کتاب کہا تو ان تمام شواہد کی روشنی میں "موطا امام مالک" کی یہ روایت کہ حضرت علی و ابن عمر نے فرمایا: "قربانی کا وقت ۳/دن ہے" بالکل درست، راجح اور صحیح تر ہے۔ جب تک کہ کوئی سبب ضعف ظاہر نہ ہو اس روایت کو نظر انداز اور نا قابلِ عمل نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ لہٰذا غیر مقلد حضرات کو ایک ضعیف روایت کو مستدل ٹھہرا کر ۴/دن تک قربانی جائز قرار دینے کے سلسلے میں اتنا واویلا نہیں مچانا چاہیے۔ اور صرف ۳/دن قربانی جائز ہونے سے متعلق موطا امام مالک کی حدیث کو تسلیم کر لینا چاہیے اور اس پر عمل بھی کرنا چاہیے۔ اہل حدیث ہونے کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ضعیف حدیث کے مقابلے میں صحیح حدیث کو ترجیح دے کر اس پر عمل کیا جائے۔

۳/دن قربانی سے متعلق شارحین موطا کا نظریہ:

حضرت علی و ابن عمر سے منقول موطا امام مالک کی روایت: "**الأضحی یومان بعد یوم الأضحیٰ**" کی تشریح کرتے ہوئے قاضی ابو الولید سلیمان بن

خلف باجی مالکی (متوفی: ۴۶۴ھ) لکھتے ہیں:

یرید أن یوم الأضحیٰ اولاً یوم الذبح ثم الیومان بعده وأن الیوم الرابع لیس من أیام الذبح، وبهذا قال مالك و سفیان ثوری وأبو حنیفة.

(المنتقیٰ شرح الموطا، ج:٤، ص:١٩٣، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عید الاضحیٰ (۱۰/ذی الحجہ) قربانی کا پہلا دن ہے، اس کے بعد پھر ۲/دن قربانی کا وقت ہے۔ چوتھا دن (۱۳/ذی الحجہ) قربانی کا دن نہیں۔ امام مالک، سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔

اس کے بعد علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں: "**إذا ثبت أن أیام الذبح ثلاثة فإن أفضلها أولها وهو یوم النحر قاله ابن مواز وغیره**" یعنی جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ قربانی کا وقت ۳/دن ہے تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان ۳/دنوں میں سب سے افضل پہلا دن ہے، جسے یوم النحر کہتے ہیں۔ ابن مواز وغیرہ کا یہی قول ہے۔

(المنتقیٰ شرح الموطا، ج:٤، ص:١٩٤، بیروت)

مشہور محدث حافظ ابن عبدالبر (متوفی: ۴۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

الأیام المعدودات هی أیام الذبح وذالك یوم النحر و یومان بعده وروی ذالك عن علی و ابن عمر و ابن عباس ایضًا وعلیٰ هٰذا القول اکثر الناس .... وقال مالك و أبو حنیفة وأصحابهما والثوری وأحمد بن حنبل وأکثر أهل العلم: الأضحیٰ یوم النحر و یومان بعده. (فتح المالك شرح الموطا امام مالك، ج:٧، ص:٢٠، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: آیت کریمہ: "**واذکروا الله فی ایام معدودات**" میں ایامِ معدودات سے قربانی کے ایام مراد ہیں اور قربانی کے ایام ۳/دن ہیں، ۱۰ ذی الحجہ اور اس کے بعد ۲/دن یعنی ۱۲/ذی الحجہ تک۔ حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس اور اکثر اہل علم کا یہی

مذہب ہے کہ قربانی ۳/دن ہے۔ امام مالک، امام اعظم اور ان کے اصحاب کے علاوہ سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل اور اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ قربانی کا وقت ۳/دن ہے۔ ۱۰/ذی الحجہ اور اس کے بعد ۲/دن۔

امام ابن عبد البر قربانی کے ۳/دن راجح ہونے سے متعلق اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

حدثنی ابن أبی لیلیٰ عن أبی المنهال عن زر عن علی رضی الله عنه قال: الأیام المعلومات یوم النحر و یومان بعده اذبح فی أیها شئت وأفضلها أولها. (فتح المالك شرح موطا إمام مالك، ج:۷، ص:۲۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی حضرت علی نے فرمایا: ایامِ معلومات سے ایامِ نحر مراد ہیں اور ایامِ نحر ۱۰/ذی الحجہ اور اس کے بعد ۲/دن ہیں، ان ایام میں جب چاہو قربانی کرو۔ لیکن پہلے دن قربانی افضل ہے۔

ابن حزم نے "محلی" میں اسی سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

حافظ ابن عبد البر، امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

روی الأضحیٰ یوم النحر و یومان بعده عن غیر واحد من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم.

(فتح المالك، ج:۷، ص:۲۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ۳/دن قربانی سے متعلق یہ روایت بہت سے صحابۂ کرام سے منقول ہے۔ (جیسا کہ شروع میں بیان ہوا)

امام احمد بن حنبل کے اس قول کو قاضی شوکانی نے ابن قیم کے حوالے سے "نیل الاوطار" میں، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں اور شیخ زکریا کاندھلوی نے اپنی کتاب "اوجز المسالک" میں ذکر کیا ہے۔

۳/دن قربانی سے متعلق حدیث: **"الأضحیٰ یومان بعد یوم الأضحیٰ"**

کی تشریح کرتے ہوئے شیخ زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں: "يعني ثلاثة أيام أولها يوم النحر ثم يومان بعدهٗ وأن اليوم الرابع ليس من أيام الذبح" ۱۰/ذی الحجہ کے بعد قربانی دو دن ہے۔ چوتھا دن قربانی کا دن نہیں۔ (اوجز المسالك شرح المؤطا الامام مالك، ج:۹، ص:۳۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی: ۴۸۵ھ) نے ۳/دن قربانی سے متعلق روایت کو ۵/الگ الگ سندوں سے بیان کیا ہے اوران کے راویوں پر کسی طرح کا کلام اور کسی قسم کی جرح نہیں فرمائی ہے۔ جب کہ ۴/دن قربانی سے متعلق روایت "أيام التشريق كلها ذبح" کومتعدد سندوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد ایک سند کے راوی "سوید بن عبد العزیز" کوضعیف بتایا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری سند کے راوی "معاویہ یحییٰ صدفی" کے بارے میں دوٹوک لفظوں میں لکھا ہے: "والصدفی ضعيف لا يحتج به" کہ صدفی ضعیف راوی ہے،اس کی روایت قابل استدلال نہیں۔

امام بیہقی نے ۳/دن قربانی سے متعلق جوروایتیں ذکر کی ہیں،ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) حدثنی إبراهيم بن هانی حدثنا الحكم بن موسىٰ حدثنا يحيىٰ بن حمزه عن النعمان عن سليمان بن موسىٰ أنه قال: النحر ثلاثة أيام. فقال مكحول: صدق.

(السنن الكبرىٰ للبيهقى، ج:١٤، ص:٢٤٨، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: سلیمان بن موسیٰ نے کہا کہ قربانی ۳/دن ہے اور ابن موسیٰ کے قول کو مکحول نے سچ بتایا۔

(۲) أخبرنا أبو أحمد عبد الله بن محمد بن الحسن المهر جانى أنبا أبوبكر محمد بن جعفر المزكى حدثنا محمد بن إبراهيم العبدى حدثنا ابن بكير حدثنا مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر كان يقول: الأضحىٰ يومان بعد يوم الأضحىٰ.

(السنن الكبرىٰ، ج:١٤، ص:٢٤٨، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: ۱۰/ذی الحجہ کے بعد قربانی ۲/دن ہے۔

امام ابن عبدالبر (متوفی: ۴۶۳ھ) نے استذکار میں لکھا ہے:

(۳) والأصح عن ابن عمر: الأضحیٰ ثلاثة أيام، يوم النحر و يومان بعدهٗ. وأما الحسن البصری فروی عنه فی ذالك ثلاث روايات، أحدها: كما قال المالك: يوم النحر و يومان بعده.

(الاستذكار، ج: ٥٠، ص: ٢٤٥، دار الكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: یعنی عبداللہ بن عمر سے صحیح ترین قول یہی مروی ہے کہ قربانی ۳/دن ہے۔ اور حسن بصری سے اس مسئلے میں ۳/روایتیں منقول ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قربانی ۳/دن ہے۔

(٤) عن مالك أنه بلغهٗ أن عليا بن أبی طالب رضی الله عنه كان يقول: الأضحیٰ يومان بعد يوم الأضحیٰ.

(السنن الكبریٰ، ج: ١٤، ص: ٢٤٨، دار الفكر، بيروت)

(٥) أخبرنا أبو نصر بن قتادة أنبا أبو عمر نجيد أنبا أبو مسلم حدثنا عبد الرحمٰن بن حماد حدثنا بن أبی غروبة عن قتادة عن أنس رضی الله عنه قال: الذبح بعد النحر يومان.

(السنن الكبریٰ، ج: ١٤، ص: ٢٤٨، دار الفكر، بيروت)

ترجمہ: قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یومِ الاضحیٰ (بقرعید) کے بعد قربانی دو دن ہے۔

عن نافع أن ابن عمر قال: الأضحیٰ يومان بعد يوم الأضحیٰ، رواه مالك و قال بلغنی عن علی بن أبی طالب مثلهٗ. (مشكوٰة المصابيح، باب الأضحية، ج: ١، ص: ٢٨٣، دار الكتب العلمية، بيروت)

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری (متوفی: ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

والحديث بظاهره حجة عليه. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، ج:٣، ص:٥٢٢، دارالكتب العلمية، بيروت)

یعنی یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، جنھوں نے ۴/دن قربانی کو جائز قرار دیا ہے۔ (یعنی ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی صرف ۳/دن ہے۔)

عن يزيد بن الحباب عن معاوية بن أبي صالح حدثني أبو مريم سمعت أبا هريرة يقول: الأضحىٰ ثلاثة أيام.

(المحلى لابن حزم، ج:٧، ص:٣٧٧)

ترجمہ: ابو مریم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: قربانی ۳/دن ہے۔

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

ولم يختلف عن أبي هريرة وأنس في أن الأضحىٰ ثلاثة أيام.

یعنی ۳/دن قربانی سے متعلق ابو ہریرہ اور انس کا نظریہ ایک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ **(الاستذكار، ج:٥، ص:٢٤٥، دارالكتب العلمية، بيروت)**

اسی طرح ابن حزم نے "اسماعیل بن عیاش" کے حوالے سے ابن عمر کی ۳/دن قربانی سے متعلق روایت کی تخریج کی ہے اور اسماعیل بن عیاش پر فنی اعتبار سے کلام ہے۔ لیکن ائمۂ اصول حدیث نے اسماعیل بن عیاش کی صحت وثقاہت اور تعدیل فرمائی ہے۔ **(تهذيب التهذيب، ج:٤، ص:٦١)**

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی: ۹۱۱ھ) ۳/دن قربانی سے متعلق حضرت علی کا قول نقل فرماتے ہیں:

عن علي ابن أبي طالب قال: الأيام المعدودات ثلاثة أيام، يوم الأضحىٰ و يومان بعدهٗ اذبح في أيها شئت وأفضلها أولها.

(تفسير در منثور، ج:١، ص:٥٦١، دارالفكر، بيروت)

۴؍دن قربانی سے متعلق دلیل اور اس کا فنی محاسبہ:

غیر مقلد حضرات نے ۴؍دن قربانی کو ثابت کرنے کے لیے یوں دلیل دی ہے۔

"عید کے دن کو اصطلاحِ شریعت میں یوم النحر اور اس کے بعد کے ۳؍دن یعنی ۱۱؍ ۱۲؍ ۱۳؍کو" ایامِ تشریق" کہتے ہیں اور ان چاروں دنوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ" (البقرہ)

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"الأيام المعدودات أيام التشريق أربعة أيام، يوم النحر وثلاثة بعدهٗ" یعنی "ایامِ معدودات" سے مراد ایامِ تشریق یعنی یوم النحر (بقرعید کا دن) پھر ۳؍دن اس کے بعد ہیں۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ یوم النحر (۱۰؍ذی الحجہ، قربانی کا دن) کے علاوہ ایامِ تشریق ۳؍دن ہیں، ۱۱؍ ۱۲؍ ۱۳؍ذی الحجہ جن میں ذکر الٰہی یعنی فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہی جاتی ہیں تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایامِ تشریق، قربانی کے دن بھی ہیں جن میں قربانی کی جا سکتی ہے۔

چناں چہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل أيام التشريق ذبح.

(رواه أحمد و ابن حبان في صحيحه)

ترجمہ: پورے ایامِ تشریق ذبح کے دن ہیں۔

سبحان اللہ! بڑی دور کی کوڑی لائی گئی ہے گویا ؎

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون پروانوں کا ہوگا

اب لگے ہاتھوں اس دلیل پر ہمارا محاسبہ اور اعتراض بھی توجہ سے سماعت فرمائیں۔

تفسیر ابن کثیر جس سے غیر مقلد حضرات نے "ایامِ معدودات" سے متعلق ابن عباس کا قول اور حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" پیش کر کے ۴؍دن تک قربانی

جائز ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے، اسی تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر نے ابن عباس کا قول نقل کرنے کے بعد، اسی عبارت سے متصل حضرت علی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایامِ تشریق کی مقدار ۳/دن ہے اور قربانی کا وقت بھی یہی ۳/دن ہے۔ مگر نہ جانے کس مصلحت کے پیش نظر صرف ابن عباس ہی کا قول نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے، اور حضرت علی کے قول کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

آیئے تفسیر ابن کثیر کی پوری عبارت ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

ولعلماء السلف قولان فی عدة الأيام المعدودات، الأول: قال ابن عباس .... والثانی: الأيام المعدودات ثلاثة يوم النحر و يومان وهٰذا قول علی ابن أبی طالب.

(تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۴۱۲، دار الفاروق، عمّان)

ترجمہ: آیتِ کریمہ "**وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ**" ایامِ معدودات کی تعیین اور مقدار میں علمائے سلف کے ۲/اقوال ہیں۔ پہلا قول ابن عباس کا ہے۔ جب کہ دوسرا قول حضرت علی ابن ابی طالب کا ہے اور وہ یہ کہ "ایامِ معدودات" سے ۳/ایام مراد ہیں اور وہ ۳/ایام یوم النحر (۱۰/ذی الحجہ) اور اس کے بعد ۲/دن ہیں۔

تفسیر ابن کثیر کے مطابق ابن عباس کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ایامِ معدودات یعنی ایامِ تشریق کی مقدار ۴/دن ہے (۱۰/تا ۱۳/ذی الحجہ) اور حضرت علی کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ ایامِ معدودات کی مقدار ۳/دن ہے۔ (۱۰/تا ۱۲/ذی الحجہ)

"تفسیر ابن عباس" جس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کے تفسیری اقوال نقل کیے گئے ہیں، اس میں ایامِ معدودات یا ایامِ تشریق کی مقدار ۵/دن بتلائی گئی ہے۔

"تفسیر ابن عباس" کی عبارت یہ ہے:

("وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ")معلومات أيام التشريق وهی

خمسة أيام يوم عرفة و يوم النحر و ثلاثة أيام بعده.

(تفسير ابن عباس، ص:٢٨، دار الكتب العلمية، بيروت.)

تفسیر ابن کثیر میں یومِ عرفہ (۹/ ذی الحجہ) کا ذکر نہیں تھا، اس لیے ایامِ معدودات کی مقدار ۴/دن بتائی گئی اور تفسیر ابن عباس میں یومِ عرفہ کا ذکر ہے اس لیے یہاں معدودات کی مقدار ۵/دن بتائی گئی۔ دونوں عبارتوں کا مآل اور مفہوم ایک ہے۔

غیر مقلدین سے ایک بنیادی سوال:

غیر مقلد حضرات سے میرا سوال ہے کہ عبداللہ بن عباس کے قول کے مطابق ۹/ ذی الحجہ یعنی عرفہ کا دن بھی "ایامِ تشریق" میں شامل ہے۔ اور ان کی مستدل حدیث "**أيام التشريق كلها ذبح**" کے مطابق تمام ایامِ تشریق قربانی کے دن ہیں تو پھر ۹/ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن اہلِ حدیث حضرات قربانی کیوں نہیں کرتے؟ غیر مقلدین کو چاہیے کہ یومِ عرفہ (۹/ذی الحجہ) کو بھی قربانی کریں اور دلیل میں پیش کریں "**أيام التشريق كلها ذبح**" لیکن امید ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے، کیوں کہ ۹/ ذی الحجہ کی قربانی کو یہ لوگ بھی جائز نہیں مانتے ہیں۔

حدیث "أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذِبْحٌ" کی اسنادی حیثیت:

اس سے پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ۳/دن یا پھر ۴/دن قربانی کے جائز ہونے سے متعلق کوئی روایت "صحاحِ ستہ" یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ و نسائی میں موجود نہیں ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ باقی دیگر کتاب احادیث میں ۳/دن اور ۴/دن کی روایت موجود ہے۔ اہلِ سنت کے عقائد و معمولات کے ثبوت کے لیے صرف "صحاحِ ستہ" سے دلیل مانگنے والے غیر مقلد حضرات صرف ایک مسئلہ (یعنی ۴/دن قربانی) کو صحاحِ ستہ سے ثابت کر دیں تو میں ہر چیلنج قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ۳/دن تک قربانی جائز ہونے سے متعلق روایتیں مختلف سندوں کے ساتھ اوپر گزر چکیں۔ اب ۴/دن والی روایت ذکر کی جاتی ہے تا کہ فنی اعتبار سے اس روایت کے راویوں پر کلام کیا جا سکے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں یہ روایت اس طرح ذکر کی ہے:

حدثنا أبو اليمان قال حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسىٰ عن جبير بن مطعم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل أيام التشريق ذبح.

(مسند إمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۲۰۱، بيت الأفكار، رياض)

ترجمہ: جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پورے ایامِ تشریق قربانی کے دن ہیں۔

امام بیہقی اور قاضی شوکانی نے بھی اسی سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔ **(نيل الأوطار، كتاب المناسك، ص: ۱۰۱٦، دار ابن حزم، بيروت/ السنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ۱٤، ص: ۱٤٦، دار الفكر، بيروت)**

امام بیہقی (متوفی: ۴۵۸ھ) نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

رواه معاوية بن يحيىٰ الصدفي عن الزهري، عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة قال: عن النبي صلى الله عليه وسلم: "أيام التشريق كلها ذبح".

(السنن الكبرىٰ، ج: ۱٤، ص: ۲٤٦، دار الفكر، بيروت)

دوسری سند سے امام بیہقی کی "سنن صغریٰ" میں یہ روایت اس طرح منقول ہے:

رواه سويد بن عبد العزيز، عن سعيد بن عبد العزيز عن سليمان بن موسىٰ عن نافع بن جبير عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيام التشريق كلها ذبح.

(السنن الصغرىٰ، ج: ۱، ص: ۸۹۷، دار المعرفة، بيروت)

امام زیلعی، ابن حجر عسقلانی شافعی اور علامہ عینی حنفی کے بقول اس حدیث کی تخریج ابن عدی نے "کامل" میں اور بزار نے اپنی "مسند" میں کی ہے۔ اسی طرح ابن

حبان اور امام دارِقطنی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (عمدة القاری شرح البخاری، ج:١٤، ص:٥٥٣/ الدراية فی تخريج أحاديث الهداية من الآخر ين، ص: ٤٣٠، مجلس بركات، مبارك پور)

اس حدیث کو مختلف ائمہ و محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مگر اس کے راویوں پر سخت کلام بھی کیا ہے اور اصولِ حدیث کی روشنی میں ان کے راویوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس روایت کے ضعف اور سقم کو اجاگر کیا ہے۔

اس حدیث کے راویوں میں "سوید بن عبد العزیز" اور "معاویہ بن یحییٰ صدفی" پر ائمہ اصولِ حدیث اور علمائے فن جرح و تعدیل نے اپنے مخصوص الفاظ میں جرح کی ہے۔

"سوید بن عبد العزیز" کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه: متروك الحديث: وقال ابن معين: ليس بثقة وقال مرة: ليس بشئى، وقال مرة: ضعيف، وقال مرة: لايجوز فی الضحايا، وقال ابن سعد: روی أحاديث منكرة، وقال البخاری: فی حديثه مناكير أنكرها أحمد، وقال النسائی: ليس بثقة وقال مرة: ضعيف، وقال يعقوب بن سفيان مستور وفی حديثه لين و قال مرة: ضعيف الحديث. وقال ابن أبی حاتم عن أبيه: لين الحديث فی حديثه نظر .... وقال أبو عيسىٰ الترمذی فی كتاب العلل الكبير: سو يد بن عبد العز يز، كثير الغلط فی الحديث، وقال الحاكم أبو سعد: حديث ليس بالقائم وقال الخلال: ضعيف الحديث، وقال أبو بكر البزار فی مسنده: ليس بالحافظ، وضعفهٗ ابن حبان جدًا. (تهذيب التهذيب لابن حجر العسقلانی، ج:٢، ص:٤٥٨، دار إحياء التراث العربی، بيروت)

ترجمہ:

سوید بن عبد العزیز کو امام احمد بن حنبل نے متروک الحدیث اور ضعیف کہا۔ امام

بخاری اور ابن سعد نے سویدؔ کی احادیث کو منکر گردانا۔ امام نسائی نے اسے غیر ثقہ اور ضعیف قرار دیا، جب کہ یعقوب بن سفیان نے سوید کو مستور الحال اور ضعیف الحدیث بتلایا۔ ابو حاتم نے سویدؔ کی حدیث کو محل نظر ٹھہرایا اور امام ترمذی نے سوید کو روایتِ حدیث میں کثرت سے غلطی کرنے والا بتایا، اسی طرح حاکم، ابوسعد، خلال ابوبکر بزار اور ابن حبان نے سویدؔ بن عبدالعزیز کی جرح وتضعیف کی اور اس کی روایت کو نا قابلِ قبول اور نا قابلِ حجت قرار دیا۔

جس راوی کو اتنے زیادہ محدثین نے ضعیف اور غیر ثقہ قرار دیا ہو بھلا اس سے مروی حدیث کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

امام بیہقی "سوید بن عبدالعزیز" کے بارے میں لکھتے ہیں:

رواه سويد بن عبد العزيز وهو ضعيف عند بعض أهل النقل. (السنن الكبرىٰ، ج:١٤، ص:٢٤٦، دارالفكر، بيروت)

یعنی "**أيام التشريق كلها ذبح**" کی یہ روایت سوید بن عبدالعزیز سے مروی ہے اور یہ بعض محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اوپر "تہذیب التہذیب" سے ابن حجر عسقلانی کی عبارت تفصیل سے گزری، اس سے پتہ چلتا ہے کہ سوید بن عبدالعزیز بعض ہی نہیں بلکہ اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور اس کی روایت مجروح اور ضعیف ہے۔

اب اس حدیث کے دوسرے راوی "معاویہ بن یحییٰ صدفی" سے متعلق ائمہ فن کے اقوال وآرا ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ عینی حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

قلتُ معاوية بن يحيىٰ صدفي، ضعفه النسائي وابن معين و علي بن المديني، وقال ابن أبي حاتم في كتاب العلل قال أبي: هٰذا حديث موضوع بهذ الإسناد. (عمدة القاري شرح البخاري، ج:١٤، ص:٥٥٣، دارالفكر، بيروت)

ترجمہ: اس حدیث کو اگر چہ ابن عدی نے "کامل" میں معاویہ بن یحییٰ صدفی سے

ذکر کیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ نسائی، ابن معین اور علی بن مدینی نے صدفی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے "کتاب العلل" میں اپنے والد کا قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کی تمام سند اور طرق کی نشان دہی کرتے ہوئے اس کے راویوں پر فنی اعتبار سے بڑا عمدہ کلام ہے۔ تفصیل کے لیے عمدۃ القاری شرح بخاری، ج: ۱۴، ص: ۵۵۳، اور بنایہ شرح ہدایہ، ج: ۴، ص: ۱۷۶، کا مطالعہ کریں۔ اگر میں یہ کہوں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ ۳؍دن قربانی راجح ہونے سے متعلق جتنا عمدہ اور تفصیلی کلام علامہ عینی نے کیا ہے، فقہائے احناف میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔

"معاویہ بن یحییٰ صدفی" کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"یحییٰ بن معین نے کہا: هالك ليس بشيئ. جوز جانی نے کہا: معاویہ صدفی، ذاہب الحدیث ہے۔ ابوزرعہ نے کہا: قوی نہیں، اس کی احادیث منکر ہیں۔ ابو حاتم نے کہا: اس کی اکثر روایات میں نکارت ہے۔ نسائی نے کہا: ثقہ نہیں۔ ابن عدی نے کہا: اس کی اکثر روایت محل نظر ہیں۔ ساجی نے کہا: اس کی حدیث بہت ضعیف ہے۔ ابو علی نیشاپوری نے اسے ضعیف کہا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا: ہم نے صدفی کی روایت ترک کردی۔ امام ابوداؤد نے اسے ضعیف قرار دیا اور اسی طرح امام بخاری نے اس کو ضعیف راویوں میں شمار کیا۔" (تهذيب التهذيب، ج: ٥، ص: ٤٨٦، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

امام بیہقی (متوفی: ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

والصدفي ضعيف لايحتج به. کہ صدفی ضعیف راوی ہے، اس کی روایت ناقابل استدلال ہے۔

(السنن الکبریٰ، ج: ١٤، ص: ٢٤٧، دار الفكر، بيروت)

قاضی شوکانی کے نزدیک بھی معاویہ صدفی ضعیف ہے:

اہل حدیث کے امام قاضی محمد بن علی شوکانی (متوفی: ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

حديث جبير بن مطعم أخرجه ابن حبان فى صحيحه والبيهقى وذكر الاختلاف فى سنده و رواه ابن عدى من حديث أبى هريرة وفى إسناده معاوية بن يحيىٰ الصدفى وهو ضعيف وذكر ابن أبى حاتم من حديث أبى سعيد وذكر عن أبيه أنه موضوع وقال ابن القيم فى الهدىٰ: أن حديث جبير بن مطعم منقطع لايثبت وصلهٗ. (نيل الأوطار للشوكانى، كتاب المناسك، ص:١٠١٦، دار ابن حزم، بيروت)

یعنی جبیر بن مطعم کی حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" کو ابن حبان اور بیہقی نے روایت کرنے کے ساتھ اس کی سند میں اختلاف (ضعف) کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابن عدی نے ابو ہریرہ سے جس حدیث کی تخریج کی ہے، اس میں ایک راوی معاویہ بن یحییٰ صدفی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ ابن حاتم نے ابوسعید سے یہ روایت ذکر کیا ہے اور ابوسعید نے اپنے والد کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن قیم جوزی نے "ہدیٰ" میں لکھا ہے کہ جبیر بن مطعم کی یہ حدیث "منقطع" ہے، اس کا اتصال ثابت نہیں۔ (علمائے اصولِ حدیث کے نزدیک "منقطع" ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے۔)

گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا کہ امام احمد بن حنبل، ابن حبان، امام بیہقی اور قاضی شوکانی وغیرہ نے اہل حدیث حضرات کی مستدل حدیث "أيام التشريق كلها ذبح" کو عن سليمان بن موسىٰ عن جبير بن مطعم کے طریقے پر نقل کیا ہے۔

اس طریقۂ سند سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم سے ملاقات کی ہے اور ان سے یہ روایت لی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

أيام التشريق كلها ذبح. أحمد و ابن حبان من حديث جبير بن مطعم من رواية عبد الرحمٰن بن ابى حسين عنه وأورده البزار من هٰذا الوجه وقال إنه منقطع وأخرجه الدارقطنى من وجهين

آخرین موصولین فیهما ضعف وفی الباب عن أبی سعید أخرجه ابن عدی وضعف معاویة بن یحییٰ الصدفی وقد ذکر ابن الحاتم عن أبیه أنه موضوع بهٰذا الإسناد. (الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة من الآخرین، ص: ۴۳۰، مجلس برکات، مبارك پور)

اس حدیث کو احمد بن حنبل، ابن حبان اور بزار نے جبیر بن مطعم عن عبدالرحمٰن بن ابی حسین کے طریقے پر روایت کیا ہے۔ ابن بزار نے کہا: یہ حدیث منقطع ہے۔ دارقطنی نے اس حدیث کی دو مختلف سندوں سے موصولاً تخریج کی اور کہا: دونوں میں ضعف ہے۔ اس باب میں یہ حدیث ابوسعید سے بھی مروی ہے، جسے ابن عدی نے ذکر کیا اور معاویہ بن یحییٰ کی تضعیف کی۔ ابن ابی حاتم نے اپنے والد کے حوالے سے کہا: یہ حدیث اس سند سے موضوع ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

فإن قلتَ أخرجه أحمد أیضًا والبیهقی عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی الله علیه وسلم، قلتُ قال البیهقی: سلیمان بن موسیٰ لم یدرك جبیر بن مطعم فیکون منقطعًا.

(عمدة القاری شرح البخاری، ج: ۱۴، ص: ۵۵۳، دارالفکر، بیروت)

یعنی امام بیہقی نے کہا کہ جبیر بن مطعم سے سلیمان بن موسیٰ کی ملاقات نہیں، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

ابن حجر عسقلانی بھی بعینہٖ یہی بات کہی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة من الآخرین.

(ص: ۴۳۰، مجلس برکات، مبارك پور)

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

وقال ابن القیم فی الهدیٰ: أن حدیث جبیر بن مطعم منقطع لایثبت وصلهٗ. (نیل الأوطار، کتاب المناسك، ص: ۱۰۱۶، بیروت)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں:

رواه سليمان بن موسىٰ، عن ابن أبي حسين عن نافع بن جبير بن مطعم عن أبيه فروى عنه منقطعًا ومتصلاً.

(الاستذكار، ج:٥، ص:٢٤٦)

یعنی سلیمان بن موسیٰ نے یہ حدیث ابن ابی حسین سے منقطع اور متصل دونوں طرح سے روایت کیا ہے۔

علامہ عینی نے مزید فرمایا:

"بزار نے اس کو اپنی مسند میں روایت کیا اور کہا کہ ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں۔" **(بناية شرح الهداية، ج:٤، ص:١٧٤، المكتبة الإمدادية، مكه مكرمه)**

علمائے اصولِ حدیث وائمۂ جرح وتعدیل کی تصریحات سے چند باتیں خاص طور سے معلوم ہوئیں۔ اول: یہ کہ معاویہ بن یحییٰ صدفی ضعیف ہے۔ دوم: یہ کہ بعض ائمہ کے نزدیک یہ روایت اس سند کے ساتھ موضوع ہے۔ سوم: یہ کہ حدیث "**أيام التشريق كلها ذبح**" منقطع ہے۔ ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حدیث کے اسباب ضعف میں سے ایک سبب "انقطاع" بھی ہے۔ تو اس جہت سے یہ حدیث ضعیف ہے اور ایک سند سے موضوع بھی۔

جب کہ ۳/دن قربانی سے متعلق حدیث صحیح ہے۔ کسی بھی محدث نے نہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور نہ اسے موضوع گردانا ہے۔ بس انھیں اسباب کے تحت ہم احناف ۳/دن قربانی والی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں، اور موطا امام مالک کی مذکورہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے صرف ۳/دن قربانی کو جائز سمجھتے ہیں۔

اگر غیر مقلد حضرات ۴/دن قربانی سے متعلق کوئی صحیح حدیث پیش کر دیں تو ہم اسے ماننے کے لیے تیار ہیں۔

تین دن قربانی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی نظر میں:

تین دن قربانی سے متعلق حنفی علما کے اقوال و ارشادات اور فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتابیں ہمارے موقف کی واضح دلیل ہیں۔ ہدایہ، مبسوط سرخسی، فتاویٰ عالم گیری، بدائع الصنائع، فتاویٰ قاضی خان، بحر الرائق، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ اور بہارِ شریعت وغیرہ سیکڑوں کتابوں میں یہ مسئلہ صاف اور واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ "قربانی کا وقت صرف تین دن ہے۔ ۱۰/تا ۱۲/ذی الحجہ۔ ۱۳/ذی الحجہ کو یعنی چوتھے دن قربانی جائز نہیں۔"

ایک مقلد کے لیے بطور ثبوت یہی کافی ہے، کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح فقہ حنبلی و فقہ مالکی کی کتابوں میں قربانی کا وقت تین دن ہی لکھا ہوا ہے۔ لیکن ہم نے ان تینوں فقہ کی مستند کتابوں سے قصداً حوالہ نہیں دیا ہے۔ کیوں کہ اس کتاب کی ترتیب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اپنے موقف (۳/دن قربانی) کو ثابت کرنے کے لیے صرف حدیث اور اصول حدیث کی کتابوں کا حوالہ ہی ذکر کیا جائے تا کہ اہل حدیث (غیر مقلد) حضرات ہماری باتوں کو بسر و چشم قبول کر سکیں۔

فقہِ حنفی و دیگر کتب فقہ سے حوالہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ غیر مقلد حضرات فقہ کی کتابوں کو بالعموم تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ ائمۂ اربعہ کی تقلید کو ناجائز اور حرام بتاتے ہیں۔ ائمہ و فقہا کو برا بھلا کہتے ہیں۔ فقہ کو ائمہ و مجتہدین کے ذہنی اختراع کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

جب غیر مقلدوں کا یہ حال ہے تو بھلا وہ ائمہ و فقہا کے ارشادات اور فقہ کی کتابوں کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟

تاہم "قولِ فیصل اور حرفِ آخر" کی حیثیت سے یہاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک فتویٰ نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ اصل مسئلہ (تین دن قربانی) خوب اچھی طرح واضح ہو جائے اور مخالفین کو بھی سوائے اقرار کے انکار کی جرأت نہ ہو سکے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ فتویٰ ملاحظہ کریں۔ کسی سائل نے دریافت کیا کہ:

"ما قول العلما رحمۃ اللہ علیہم اندریں صورت کہ عبارت کتاب "مفتاح الصلوٰۃ" ایں است کہ وقت اضحیہ از صبح صادق روزِ اضحیٰ تا نماز مغرب دوازدہم مذکور است و نام کتاب وقید مصر وغیر مصر نیست، ایں مسئلہ ظاہر اُخلاف جمہور است، آں چہ صحیح باشد دستخط فرمائید۔" (فتاویٰ عزیزی، جلد دوم، ص: ۱۵، رحمٰن گل پبلشرز، پشاور، پاکستان)

یعنی اس مسئلے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ "مفتاح الصلوٰۃ" نامی کتاب میں قربانی کا وقت ۱۰/ذی الحجہ صبح صادق سے ۱۲/ذی الحجہ غروب آفتاب تک لکھا ہوا۔ کتاب میں شہر اور دیہات کا فرق نہیں بتایا گیا ہے۔ تو یہ مسئلہ بظاہر جمہور کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ صحیح مسئلہ کیا ہے۔ برائے کرام اطلاع فرمائیں۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

الجواب

"اول وقت اضحیہ برائے ساکنان مصر بعد نماز عید اضحیٰ است و برائے اہل بوادی وقریٰ بعد طلوعِ فجر روزِ نحر است یعنی دہم ذی حجہ و آخر وقت آں قبیل غروب روز سوم (دو از دہم ذی حجہ) است۔ پس یک روز نحر و دو روز بعدِ ازاں مدتِ اضحیہ باشد۔"

(فتاویٰ عزیزی، جلد دوم، ص: ۱۵، رحمٰن گل پبلشرز، پشاور، پاکستان)

ترجمہ: شہر میں رہنے والے مسلمان کے لیے قربانی کا ابتدائی وقت نماز عید الاضحیٰ کے بعد ہے، اور دیہات والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق کے بعد (نمازِ عید الاضحیٰ سے پہلے) قربانی کریں اور قربانی کا آخری وقت ۱۲/ذی الحجہ غروب آفتاب سے کچھ پہلے تک ہے۔ تو کل ملا کر قربانی کا وقت اور مدت ۳/دن ہے۔ ایک دسویں ذی الحجہ کا دن اور اس کے بعد دو دن (گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ)۔

مصادر و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	مطبع / ناشر
۱	قرآن حکیم		
۲	تفسیر ابن عباس	حضرت عبداللہ بن عباس	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۳	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر	دار الفاروق، عمان
۴	تفسیر در منثور	علامہ جلال الدین سیوطی	دار الفکر، بیروت
۵	تفسیر ضیاء القرآن	جسٹس محمد پیر کرم شاہ ازہری	اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی
۶	بخاری شریف	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	دار الکتاب العربی، بیروت
۷	مسلم شریف	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری	دار المعرفۃ، بیروت
۸	سنن نسائی	امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	دار الفکر، بیروت
۹	سنن ابن ماجہ	امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۰	موطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحی	المکتبۃ العصریۃ، بیروت
۱۱	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۲	سنن کبریٰ	امام ابو محمد بن حسین بیہقی	دار الفکر، بیروت
۱۳	سنن صغریٰ	امام ابو محمد بن حسین بیہقی	دار المعرفۃ، بیروت
۱۴	شرح صحیح مسلم	علامہ یحییٰ بن شرف نووی	دار المنار، بیروت
۱۵	مشکوٰۃ المصابیح	امام محمد بن عبداللہ تبریزی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۶	عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی	دار الفکر، بیروت
۱۷	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد قاری	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۸	المنتقیٰ	علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۱۹	الاستذکار	امام ابن عبد البر مالکی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۰	المغنی	امام موفق الدین عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی	مکتبۃ الریاض، سعودی عرب

۲۱	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	بیت الافکار، ریاض
۲۲	جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی	دارِاحیاء التراث العربی، بیروت
۲۳	اوجز المسالک	شیخ زکریا کاندھلوی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۴	نیل الاوطار	قاضی محمد شوکانی	دارابن حزم، بیروت
۲۵	تنویر الحوالک	علامہ جلال الدین سیوطی	المکتبہ الثقافۃ، مصر
۲۶	فتح المالک	حافظ ابن عبدالبر	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۲۷	تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی	دارِاحیاء التراث العربی، بیروت
۲۸	الدرایۃ تخریج احادیث الہدایۃ	علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی	مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۲۹	علوم الحدیث (مقدمہ ابن صلاح)	امام ابوبکر وعثمان ابن صلاح	المکتبۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ
۳۰	الباعث الحثیث	حافظ عماد الدین ابن کثیر	دارِاحیاء التراث العربی، بیروت
۳۱	مقدمۃ المشکوٰۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۳۲	الباعث الحثیث	علامہ احمد بن محمد شاکر	دارالتراث العربی، بیروت
۳۳	ہدایہ	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی	مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
۳۴	فتاویٰ عالمگیری	ملا نظام الدین و دیگر علمائے ہند	زکریا بک ڈپو، دیوبند، یوپی
۳۵	ردالمحتار (فتاویٰ شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	مکتبہ زکریا، دیوبند (یوپی)
۳۶	تنویر الابصار	علامہ شمس الدین تمرتاشی	مکتبہ زکریا، دیوبند (یوپی)
۳۷	فتاویٰ قاضی خان	علامہ حسن بن منصور اوزجندی	مکتبہ زکریا، دیوبند، (یوپی)
۳۸	مجموعۃ الفتاویٰ	شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی	المکتبۃ العبیکان، سعودی عرب
۳۹	بنایہ شرح ہدایہ	علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی	المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ
۴۰	فتاویٰ عزیزی	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	رحمٰن گل پبلیشنز، پشاور، پاکستان
۴۱	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا محدث بریلوی	رضا اکیڈمی، ممبئی
۴۲	بہارِ شریعت	صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی	المجمع المصباحی، مبارکپور، اعظم گڑھ